ماہنامہ نصرۃ العلوم اکتوبر ۲۰۲۱ء

[جلد ۲۶، شمارہ ۱۰]

::: فہرست :::

حالات وواقعات --- ○ --- مولانا زاہدالراشدی

شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم

تحریک تحفظ مدارس ومساجد پاکستان کو منظّم کرنے کا فیصلہ

۱۶، ستمبر کو جامعہ محمدیہ اسلام آباد میں مختلف مکاتبِ فکر کا ایک اہم اجلاس ''تحریک تحفظ مدارس و مساجد پاکستان'' کی دعوت پر منعقد ہوا، جس میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا، اس فورم کا قیام متنازع اوقاف قوانین کے نفاذ کے بعد اسلام آباد اور راولپنڈی کے مختلف فکر کے سرکردہ علماء کرام کی مشترکہ کاوشوں سے عمل میں لایا گیا تھا اور اس کے تحت اس قانون پر عملدرآمد کو رکوانے کے لیے مؤثر جدوجہد کی گئی، اس کے ساتھ ہم نے بھی گوجرانوالہ میں اسی طرز کی محنت کا اہتمام کیا، جس کے نتیجے میں

☆ متنازع اوقاف پر عملدرآمد کا سلسلہ روک دیا گیا۔

☆ نظر ثانی کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔

☆ سرکاری طور پر وعدہ کیا گیا کہ ان قوانین پر شرعی احکام کی روشنی پر نظر ثانی کی جائے۔

☆ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے دینی حلقوں کی طرف سے ان متنازعہ قوانین میں ترامیم اور متبادل قانون کا مسودہ تحریری طور پر اسپیکر قومی اسمبلی کے حوالہ کر دیا، مگر اس میں پیش رفت کی کوئی صورت ابھی تک سامنے نہیں آ رہی جبکہ اس کے بعد

☆ گھریلو تشدد کی روک تھام کے عنوان سے نئی قانون سازی کی گئی جسے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے شریعت، دستور اور انسانی حقوق کے منافی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔

☆ بچوں پر تشدد کی روک تھام کے نام سے اسی قسم کا ایک قانون اس سے قبل پاس کر کے نافذ کیا جا چکا ہے جو پاکستان میں مغربی خاندانی قوانین کے نفاذ کی طرف پیش رفت ہے اور اب

☆ اٹھارہ سال سے قبل کسی غیر مسلم کے قبول اسلام پر پابندی اور اٹھارہ سال کے بعد قبول اسلام کو مشروط کر

دینے کا قانون اسمبلی میں پیش کر دیا گیا ہے۔

☆ جبکہ تحفظ ناموس رسالتؐ اور تحفظ ختم نبوت کے قوانین میں ترامیم کے لیے یورپی یونین کا مطالبہ اور مسلسل بڑھتا ہوا دباؤ بھی اس کے ساتھ ساتھ جاری ہے۔

اس ساری صورت حال میں جہاں یہ بات انتہائی تشویش و اضطراب کا باعث ہے کہ دستور پاکستان کی صراحتوں اور شریعت اسلامیہ کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے، وہاں یہ بھی انتہائی پریشان کن بات ہے کہ ان قوانین کے مسودات اور ان کے ہر حال میں نفاذ کے لیے غیر ملکی ہدایات اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی بلکہ بعض قانونی مسودات میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ قوانین غیر ملکی اداروں کی ہدایت پر نافذ کیے جا رہے ہیں جس سے ملکی دستور و قانون پر قرآن وسنت کی بالادستی کے ساتھ ساتھ قومی خودمختاری بھی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے۔

اسی تناظر میں اسلام آباد کے مذکورہ اجلاس میں مجموعی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور طے پایا کہ "تحریک تحفظ مساجد و مدارس پاکستان کو دوبارہ منظم و متحرک کیا جائے اور تمام دینی جماعتوں کے قائدین سے ملاقاتیں کر کے ان سے ان مسائل کے حوالہ سے مشترکہ قومی جدوجہد کے اہتمام کی درخواست کی جائے گی۔

راقم الحروف نے اس موقع پر عرض کیا کہ ہماری اصل ضرورت یہ ہے کہ ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریکات کی طرح قومی دینی ازسرنو تحریک شروع کی جائے جو تمام مکاتبِ فکر کی نمائندگی کے علاوہ تمام طبقات بالخصوص تاجر حضرات اور وکلاء برادری کی بھرپور شرکت کے ساتھ ہو، اس کے بغیر ہم مغرب کی فکری اور تہذیبی بالادستی کے اس سیلاب کا راستہ نہیں روک پائیں گے، اس موقع پر رنگ، نسل، قومیت، مسلک اور طبقات کی تفریق کو نظر انداز کر کے مذکورہ بالا تحریکات کا دائرہ اور ماحول دوبارہ پیدا کرنا ہوگا، ورنہ ہم ملک کی اسلامی شناخت، مسلم تہذیب اور دستور کی اسلامی اساس کا تحفظ خدانخواستہ نہیں کر سکیں گے، اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ متنازعہ اوقاف قوانین پر عملدرآمد روک دینے کے سرکاری اعلان کے باوجود محکمہ اوقاف خاموشی کے ساتھ نئے قوانین کے تحت مساجد و مدارس کی رجسٹریشن کا کام جاری رکھے ہوئے ہے حتیٰ کہ اس کے لیے مساجد و مدارس کی باقاعدہ کام کرنے والی کمیٹیوں سے اختلاف رکھنے والے عناصر کے مطالبہ پر متعلقہ مسجد و مدرسہ کی رجسٹریشن ان کے نام سے کی جا رہی ہے جس کی مثال شاہین آباد گوجرانوالہ کی ایک مسجد اور ساروکی چیمہ تحصیل وزیرآباد کے مدرسہ قاسم العلوم کی گزشتہ چند روز میں کی جانے والی نئی رجسٹریشن ہے جو ایسے افراد کے نام کی گئی ہے جن کا اس مسجد و

مدرسہ کے ساتھ کوئی انتظامی تعلق نہیں ہے چنانچہ محکمہ اوقاف کا یہ طرز عمل ایک نئے خلفشار کا باعث بن رہا ہے جس کا دائرہ وسیع ہوا تو پورا ملک اس کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔

ان حالات میں تحریک تحفظ مساجد و مدارس پاکستان کو دوبارہ متحرک کرنے کے لیے اسلام آباد اور راولپنڈی کے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام کے مذکورہ فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے ہم ملک بھر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، دینی جماعتوں، کارکنوں، تاجروں اور وکلاء سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں تعاون کے لیے آگے بڑھیں اور اپنا اپنا کردار موثر طور پر ادا کریں۔

اسی حوالہ سے ۵، اکتوبر منگل کو ظہر کے بعد گوجرانوالہ کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا مشترکہ اجلاس طلب کیا گیا ہے جس میں ہم اس جدوجہد کو منظم کرنے کے لیے تجاویز مرتب کر کے پیش کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

متعلقین وفاق المدارس کو مبارک باد

[مولانا محمد فیاض خان سواتی]

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدارتی الیکشن کے لئے گزشتہ الیکشن میں احقر نے بطور رکن مجلسِ شوریٰ وفاق کو سوشل میڈیا کے ذریعہ دو نام پیش کئے تھے، گزشتہ ماہ ان ہی دو ناموں کی عملی تعبیر سامنے آ گئی ہے، قائدِ جمعیۃ حفظہ اللہ نے صدارت کے لئے نام پیش کیا اور شیخ الاسلام حفظہ اللہ کو بالاتفاق صدر منتخب کر لیا گیا ہے۔

دیر آید درست آید

ہم اس موقع پر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تمام متعلقین اور محبین کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں اللہ کریم وفاق کو ہر قسم کے شرور سے محفوظ رکھے اور مزید ترقیوں سے نوازے، آمین بحرمۃ امام النبیین والمرسلین۔

......☆......☆......☆......☆......

خطبہ جمعۃ المبارک (غیر مطبوعہ)
مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ
بانی جامعہ نصرۃ العلوم

اتمامِ نعمت کا خدائی تحفہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ○ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ○ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ○ (البقرہ۔۱۵۰تا۱۵۲)

محترم حاضرین و برادرانِ اسلام!

تحویل قبلہ کا حکم

اس وقت میں نے آپ کے سامنے سورۃ البقرہ کی آیات ۱۵۰ تا ۱۵۲ تلاوت کی ہیں، اِن آیات کا تعلق پچھلے رکوع میں بیان کردہ خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کرنے والے حکم کے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس قبلہ کے تقرر پر اعتراض کرنے والوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ نبوت کے تیرہ سالہ قیام مکہ کے دوران خانہ کعبہ کی طرف ہی رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے، پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں، چنانچہ مدینہ طیبہ کے ابتدائی سترہ ماہ کے دوران مسلمان بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نمازیں اداء کرتے رہے، تاہم حضور علیہ السلام کے قلب مبارک میں بار بار یہ اشتیاق پیدا ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم آ جائے، چنانچہ تقریباً سترہ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہو گیا۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ، فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

(البقرہ۔۱۴۴) ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف پلٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، پس ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں، پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں، اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر فرما دیا۔

یہودیوں کا اعتراض

اس پر مدینہ کے یہودیوں نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں نے اپنا قبلہ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ شریف کو کیوں مقرر کر لیا ہے اور پھر طرح طرح کی غلط باتیں بنانا شروع کر دیں، اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا کہ یہودی اس قسم کے اعتراضات کریں گے، لہٰذا اُس نے اہل ایمان کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا۔ (البقرہ۔۱۴۲) عنقریب لوگوں میں سے بعض بیوقوف لوگ اعتراض کریں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے ان کے قبلہ سے پھیر دیا ہے، مگر وہ لوگ حکمتِ خداوندی کو سمجھنے سے قاصر تھے، بہرحال مذکور حکم کے نزول کے وقت حضور علیہ السلام سلع پہاڑ کی دوسری طرف ایک مسجد میں اپنے صحابہ کے ساتھ موجود تھے کہ حکم ہو گیا کہ آپ مسجد حرام کی طرف رخ کر لیں، چنانچہ آپؐ نے بمعہ صحابہ کرامؓ فوراً اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا، یہ مسجد مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہلاتی ہے، حجاج اس کی زیارت کے لیے جاتے ہیں اور وہاں نماز ادا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس تبدیلی کے معترضین کو بیوقوف کہا ہے اور یہ بھی کہ تمہارے لیے اللہ نے افضل ترین قبلہ مقرر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت میں یہی تھا، مگر یہود مدینہ کو اسلام کے ساتھ ترغیب دلانے کیلئے سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، مگر متعصب یہودی اپنی ضد پر ہی اڑے رہے اور مسلمانوں کے قریب نہ آئے بلکہ الٹا اعتراض کرنے لگے، یہ حقیقت ہے کہ سابقہ انبیاء کے دور میں بیت المقدس ہی قبلہ رہا ہے اور ابتدائی سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی تھا، جبکہ ملتِ ابراہیمیہ کا قبلہ تو خانہ کعبہ ہی ہے، اسی لئے اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف رخ کر لیں، نیز فرمایا کہ حقیقت کو سمجھنے والے تو اس تبدیلی قبلہ پر اعتراض نہیں کریں گے، اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ (البقرہ۔۱۵۰) سوائے ان کے جنہوں نے اُن میں سے ظلم کیا۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ آپ ان سے نہ ڈریں بلکہ مجھ ہی سے ڈریں کہ کہیں میری نافرمانی نہ ہو جائے۔

تکمیل نعمت کا حکم

آگے اللہ تعالیٰ نے آج کی تلاوت کردہ آیت میں فرمایا کہ خانہ کعبہ کی طرف رخ پھیرنے کا حکم میں نے اس لیے دیا ہے وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ تا کہ میں تم پر بھی اپنی نعمت مکمل کر دوں، گویا تحویل قبلہ کا حکم پہلے انعامات کے بعد تکمیل نعمت کا حکم تھا، پہلے بیان کردہ انعامات میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیات میں ایمان، ہدایت، قرآن پاک، ملت ابراہیمیہ، نیک اعمال کا ذکر کیا اور پھر ان انعامات کی تکمیل تحویل قبلہ کے حکم کے ذریعے کر دی، خانہ کعبہ کا قبلہ مقرر کیا جانا ایک عظیم نعمت ہے، جس کی فضیلت میں خود حضور علیہ السلام نے بات سمجھائی ہے کہ خانہ کعبہ کے اردگرد جو مسجد حرام ہے اس میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب دوسری جگہ ایک لاکھ نمازیں ادا کرنے کے ثواب کے برابر ہے، اسی طرح بیت المقدس کی مسجد اور مسجد نبوی میں ادا کی جانے والی ایک نماز کا اجر پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، بہرحال اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو مرکز ہدایت قرار دیا ہے۔

خانہ کعبہ کا طواف

اہل ایمان کی طرف سے حج کے موقع پر کیا جانے والا طوافِ زیارت حج کا رکن اعلیٰ ہے، طواف صرف خانہ کعبہ کے گرد ہی ہوسکتا ہے اور پھر روئے زمین کے کسی دوسرے مقام پر نہیں ہوسکتا، البتہ ساتویں آسمان پر بیت المعمور ایک مقام ایسا ہے جہاں فرشتے طواف اور دیگر عبادات کرتے ہیں، روئے زمین پر اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ کا طواف کرے گا تو وہ کفر، شرک اور بے دینی میں مبتلا ہو جائے گا، یہ طواف کسی مسجد، کسی قبر حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کے گرد بھی حرام ہے اور صرف خانہ کعبہ کے ساتھ ہی خاص ہے، یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، وہاں پر خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور تجلیات نازل ہوتی ہیں اور اس کی بڑی فضیلت ہے۔

افراد بنی اسرائیل کا قبولِ اسلام

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہ اطلاع دے دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوگا جو خانہ کعبہ کی تعظیم کرے گا، اسی بناء پر حضور علیہ السلام کا خیال تھا کہ شاید آپ کے دور کے بنی اسرائیل تورات کی اس پیشین گوئی کے مصداق بن جائیں، لہٰذا آپ اس مقصد کے لیے بڑا اہتمام کرتے تھے، مگر آپؐ کے زمانے میں چند محدود لوگ ہی ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے، وگرنہ اُن کی اکثریت اپنی ضد، عناد اور ہٹ دھرمی پر ہی مصر رہی اور آج تک معاملہ اسی طرح چل رہا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں میں سے

کوئی خال خال آدمی ہی اسلام قبول کرتا، ابھی گزشتہ ماہ رجب میں فوت ہونے والا محمد اسد یہودی تھا جو کہ جرمنی میں پیدا ہوا اور تعلیم حاصل کی، بارہ سال تک عرب میں رہا اور اسلام قبول کر لیا، کچھ عرصہ پاکستان میں بھی رہا، اس کی علامہ اقبال کے ساتھ گاہے گاہے ملاقات رہتی تھی، مسلمان سکالروں سے تبادلہ خیال کر کے اسلام کی حقانیت معلوم کی، اسلام قبول کرنے کے بعد قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور بعض دیگر اسلامی کتابیں بھی لکھیں، علامہ اقبال کہا کرتے تھے کہ مغرب میں تعلیم پانے والے اسلام کے معاملہ میں اتنی گہرائی نہیں رکھتے مگر محمد اسد کو اللہ نے بہت فہم دیا تھا، اسلام کے حقائق سمجھنے میں اللہ نے بڑی توفیق بخشی، بعض اوقات اللہ تعالیٰ غیر مسلموں میں ایسے شخص اٹھاتا ہے جو رسمی مسلمانوں کی نسبت اسلام کی زیادہ گہرائی تک پہنچ جاتے ہیں، مولانا عبید اللہ سندھیؒ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے، آپ سکھ خاندان میں پیدا ہوئے، سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، اچھے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی تو اللہ نے قرآن پاک کی سمجھ عطا فرمائی کہ بڑے بڑے نسلی علماء کو بھی دین میں وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جو مولانا سندھیؒ کو حاصل ہو گیا، یہ تو اللہ کی دین ہے، ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر اس پر عمل پیرا ہو گئے، مگر اہل کتاب کی اکثریت آج بھی ویسی کی ویسی ہی ہے، آپ قرآن میں پڑھتے ہیں کہ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (آل عمران۔۱۱۰) مگر ان میں سے کچھ تو ایمان والے ہیں مگر ان کی اکثریت فاسق ہی ہے، انہوں نے آج تک حقیقت کو نہیں سمجھا، وہ نہ تو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور نہ حضور علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔

عظیم الشان رسول کی بعثت

الغرض! اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ اور ایمان کو اپنی نعمت قرار دے کر فرمایا کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کروں گا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ o اور تا کہ تم ہدایت پا جاؤ، صحیح بات کو فوراً قبول کر لو تو تمہیں ہر معاملہ میں ہدایت نصیب ہو جائے، پھر فرمایا کہ جس طرح ہم نے کعبۃ اللہ کو قبلہ مقرر کر کے اپنی نعمت پوری کر دی ہے، یہ ایسا ہی ہے كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ جیسا کہ ہم نے تم میں تمہیں میں سے عظیم الشان رسول بھیج کر اپنی نعمت کو پورا کیا ہے، ایمان، ہدایت، نیک اعمال، خانہ کعبہ، قرآن پاک اور پھر اللہ کا عظیم الشان رسول بہت بڑی نعمتیں ہیں، مگر مخلوق کما حقہ ان کی قدر کرنے سے قاصر ہے، آپ قرآن میں پڑھتے ہیں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ

رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ۔ (آل عمران۔۱۶۴) اے ایمان والو! اللہ نے تم پر بڑا احسان کیا ہے جبکہ تم میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا ہے، وہ تمہارے ہی خاندان کا ایک فرد ہے، عرب والے سارے اُس کو جانتے ہیں، سورۃ یونس میں فرمایا کہ آج تو تم میری بات کا انکار کررہے ہو، حالانکہ فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (آیت۔۱۶) میں اس سے قبل زندگی کا بڑا حصہ (چالیس سال) تم میں گزار چکا ہوں اور تم میرے حالات سے بخوبی واقف ہو کبھی میں نے جھوٹ بولا ہو؟ کسی کی امانت میں خیانت کی ہو؟ کسی سے بلا وجہ لڑائی جھگڑا کیا ہو؟ مگر کسی کو بھی آپ ؐ پر انگشت نمائی کا موقع نہیں ملا تھا۔

حضور علیہ السلام نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو اپنی طرف بلایا، جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہارا دشمن موجود ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کو صحیح سمجھو گے، اس پر سب نے جواب دیا ما جربنا علیك كذباً ہم نے کبھی آپ پر جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا یعنی آپ نے کبھی غلط بیانی نہیں کی، لہٰذا ہم آپ کی اس بات کو سچا ہی سمجھیں گے، آپ نے فرمایا کہ اگر تمہیں میری بات کی سچائی پر اس قدر یقین ہے تو پھر سن لو کہ تمہارے کفر و شرک کی وجہ سے تم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے قولوا لا اله الا اللّٰه تفلحوا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لو، کفر و شرک کو چھوڑ دو، بتوں کی پوجا سے باز آ جاؤ تو فلاح پا جاؤ گے۔ یہ سن کر لوگوں نے فوراً آپ ؐ کی تکذیب کر دی، آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیا حتیٰ کہ پتھر مارنے لگے، کہنے لگے اَلِهٰذَا جَمَعۡتَنَا کیا تو نے ہمیں اس بات کے لیے اکٹھا کیا تھا، ہم سمجھے تھے کہ تم کوئی اچھی بات کرو گے مگر تم تو ہمیں ہمارے بتوں سے متنفر کرنے لگے، غرضیکہ اُن کو حقیقت کی سمجھ نہ آئی، اور جس کو سمجھ آ گئی اس نے تسلیم کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا رسول خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اور اسی طرح دیگر انعامات بھی۔

رسول کے فرائض منصبی تلاوت اور تزکیہ

آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان رسول کے فرائض منصبی کا ذکر کیا ہے فرمایا يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا اللہ کا رسول ہماری آیتیں پڑھ کر تم کو سناتا ہے، وَيُزَكِّيۡكُمۡ اور وہ تمہارا تزکیہ کرتا ہے یعنی تم سے بری خصلتوں کو دور کر کے اچھی خصلتیں پیدا کرتا ہے، شرک، کفر اور فاسد عقائد کو نکال کر معرفتِ الٰہی کا نور پیدا کرتا ہے، حرام سے ہٹا کر حلال کی طرف دعوت دیتا ہے، بدکاری سے چھڑا کر نیکی کی طرف لاتا ہے، ظلم کی بجائے تمہارے اندر

عدل کی صفت پیدا کرتا ہے، یہ ساری چیزیں تزکیہ ہی کا حصہ ہیں جو نبی پیدا کرنا چاہتا ہے۔

کتاب اللہ اور حکمت کی تعلیم

فرمایا وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ اللہ کا رسول تمہیں اللہ کی کتاب قرآنِ مجید کی تعلیم بھی دیتا ہے وَالْحِكْمَةَ اور تمہیں حکمت اور دانائی کی باتیں بھی سکھلاتا ہے۔ یہاں پر حکمت سے مراد علاج معالجے والی حکمت نہیں بلکہ عقلمندی اور دانشوری مراد ہے۔ لقمان حکیم جس کے نام پر قرآن کی ایک سورۃ بھی موسوم ہے، وہ کوئی طبیب نہیں تھا بلکہ نہایت ہی عقلمند آدمی تھا جس کی حکیمانہ باتیں بہت مشہور ہیں، خود قرآن میں اس کی بعض حکمت کی باتوں کا ذکر موجود ہے، ویسے طلباء کو حکیم کی تعریف اس طرح سمجھائی جاتی ہے من اتقن العلم والعمل یعنی حکیم سے مراد وہ آدمی ہے جس نے علم میں پختگی حاصل کی ہو اور اس کا عمل بھی درست ہو، حضور علیہ السلام کی ساری سنت حکمت پر مشتمل ہے، اللہ کا فرمان ہے يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ، وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔ (البقرہ۔۲۶۹) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی، اُس کو بہت بڑی خیر کثیر حاصل ہوگئی۔ اس لئے نیکی کا معیار بھی یہی چیز ہے، حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے، مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ دنیا کا ساز و سامان تو اللہ تعالیٰ پسندیدہ اور ناپسندیدہ سب لوگوں کو دیتا ہے وَلَا يُؤْتِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ مگر دین کی دولت اسی کو عطا کرتا ہے جس کو پسند کرتا ہے، گویا دین کامیابی کا سنگ بنیاد ہے جس کو حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کا مال و اسباب اسکی مصلحت کے مطابق ہر نیک و بد کو دیتا ہے، جس میں انسان کی اپنی خواہش کو دخل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف طبقات اونچ نیچ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق رکھی ہے، وہ رزق کی تنگی اور کشادگی ہر دو طریقوں سے لوگوں کو آزماتا ہے، لہٰذا مختلف طبقات کا سلسلہ اس کی مصلحت پر مبنی ہے۔

نامعلوم چیزوں کی تعلیم

پھر فرمایا وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ o اللہ کا نبی تمہیں وہ چیزیں سکھاتا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے، ظاہر ہے کہ ایمان کی تفصیلات پہلے کسی کو معلوم نہ تھیں، لوگ کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے، اللہ کے نبی آکر ایمان اور کفر، نیکی اور بدی، حلال اور حرام میں امتیاز سکھلایا، شریعت بتلائی، دستور العمل بتلایا، یہ چیزیں

قوم پہلے سے نہیں جانتی تھی۔

ذکر اور شکر کرنے کا حکم

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے پہلے بنیادی طور پر فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْ لوگو! تمہارا فرض ہے کہ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو۔ اس کے بدلے میں اَذْكُرْكُمْ میں بھی تمہارا ذکر کروں گا یعنی تمہیں ٹھیک ٹھیک بدلہ دوں گا۔ جس اللہ نے تم پر اتنے انعامات کیے ہیں، تمہیں ایمان سے سرفراز کیا ہے، قرآن پاک جیسی عظیم نعمت عطا کی ہے، خانہ کعبہ کو تمہارا قبلہ مقرر کیا ہے اور تمہارے درمیان عظیم الشان رسول مبعوث کیا ہے، تو تمہارا فرض بھی ہے کہ مجھے یاد کرو تا کہ میں تم کو اس کا ٹھیک ٹھیک بدلہ دوں۔ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ o اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

سعدی صاحب بھی کہتے ہیں:

؎ حبیبِ خدا اشرفِ انبیاء

کریما میں بچوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ اللہ کے پیارے نبی تمام نبیوں سے اشرف اور بڑے مرتبے والے رسول کو اللہ نے مبعوث فرمایا اور دیگر اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اس کا شکر بھی ادا کرو، اس کا فائدہ یہ ہوگا جیسا کہ خود اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اگر تم اللہ کا شکر ادا کرو گے تو وہ تم سے راضی ہوگا۔ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ۔ (الزمر۔۷) اور اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں سے ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ ناشکر گزاری سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی مجرم کو سزا دیے بغیر چھوڑتا نہیں، بعض اوقات دنیا میں بھی سزا دے دیتا ہے اور اسکے بعد دوزخ اور آخرت میں تو بہر حال سزا ایسے شخص کے مقدر میں ہوگی۔

یہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے جس میں بالعموم حضور علیہ السلام کی ولادت با سعادت اور آپ کی سیرت مطہرہ بیان کی جاتی ہے، اسی موضوع کے پیش نظر میں نے یہ آیات مبارکہ پڑھی ہیں، اللہ نے موقع دیا تو اس سلسلہ میں مزید عرض کروں گا۔

دعائیہ کلمات

بعض صاحبان نے دعا کی درخواست کی ہے، محمود لطیف صاحب کو دورے پڑتے ہیں، یہ صاحب کہتے

ہیں کہ میری والدہ بیمار ہے، اشرف کی والدہ بھی بیمار ہے، مسجد کے پڑوسی عزیز صاحب کی بیوی وفات پا گئی ہے، یہ صاحب کہتے ہیں کہ میرا بھائی نذیر حسین فوت ہوگیا ہے، یہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ اور ذہنی سکون عطا فرمائے۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کی توجہ سیلاب زدگان کی مدد کی طرف دلائی جائے، امدادی کیمپ قائم کیے جا چکے ہیں، گھریلو فالتو اشیاء، کپڑے، خوراک وغیرہ اور نقد رقم بھی جمع کرائی جا سکتی ہے، بھائی! یہ اللہ کی جانب سے آفت ہے جو ہمارے اعمال کی شامت ہے، اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگیں اور ایسی آفات سے اللہ کی پناہ طلب کریں، حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ سیلاب زدگان کی مناسب مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ تمام بیمار مسلمانوں کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور جو مسلمان فوت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، پریشان حال مسلمانوں کی پریشانیوں کو دور فرمائے اور رزق حلال نصیب فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق کی سمجھ اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے اور سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لآ اله الا انت استغفرك واتوب اليك۔

(تاریخ خطبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۹۲ء)

انگریزی اور کمپیوٹر میں مہارت، لابنگ اور بریفنگ کی صلاحیت، مغربی فکر و فلسفہ سے آگاہی، دنیا کی معروضی صورتحال سے واقفیت، مستقبل کی علمی و فکری ضروریات کا ادراک اور دیگر حوالوں سے دینی مدارس کے نصاب و نظام میں ضروری اضافوں کے ہم خود داعی ہیں، لیکن ان کے دینی و تعلیمی کردار کی قیمت پر نہیں!

[مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد فیاض خان سواتی

شوقِ مطالعہ

خلیفہ راشد ثانیؓ کا تہبند

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ بن المبارک المروزیؒ المتوفٰی ۱۸۱ھ لکھتے ہیں۔

''عن الحسن ان عمر بن الخطاب کان فی ازاره اثنتا عشر رقعة بعضها من ادم''

''حضرت حسن (بصریؒ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے تہبند میں بارہ پیوند تھے، ان میں سے بعض چمڑے کے تھے۔'' (کتاب الزُّھد والرقائق عربی ص ۳۴۳، طبع ہند)

طاعون عمواس میں وفات پانے والے

شیخ عزالدین ابی الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیرؒ المتوفٰی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں۔

''مَات فی طاعون عمواس خمسة و عشرون الفا۔''

''طاعون عمواس (جو کہ سن ۱۸ھ میں واقع ہوا تھا، اس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ کے علاوہ) پچیس ہزار افراد فوت ہوئے تھے۔'' (اسد الغابة فی معرفة الصحابة عربی ج ۵ ص ۲۴۹، طبع بیروت، لبنان)

کُلُّہٗ سر کا مجموعہ فنون حرام ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ المتوفٰی ۱۹۴۳ء رقمطراز ہیں۔

''فقہاء نے کیمیا کو اسی بناء پر حرام کہا ہے، اسی قسم کے کئی فن ہیں، سب کا یہی حکم ہے، اور وہ پانچ ہیں۔

(۱) کیمیا۔

(۲) لیمیا۔

(۳) ہیمیا۔

(۴) سیمیا۔

(۵) ریمیا۔

ان سب کی شرح میرے رسالہ مائۃ دروس میں ہے، ان کا مجموعہ ہے کُلُّہٗ سر۔''

(بوادر النوادر ص ۱۶۷، ۱۶۸، طبع لاہور)

وفات کے لحاظ سے آخری صحابیہؓ

الامام شمس الدین محمد بن احمد الذھبیؒ المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔

'' واظنها آخر الصحابيات وفاة، بقيت الى ايام سهل بن سعد۔''

''میں گمان کرتا ہوں کہ (ام خالد بنت خالد ابن ابی اُحیحۃ سعید بن العاص بن امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشية الاموية الملكية، الحبشية المولد، اسمها اَمة، لها صحبة ، وروت حديثين وتزوجها الزبير بن العوام فولدت له، عمراً وخالداً) وہ وفات کے لحاظ سے آخری صحابیہ ہیں جو حضرت سہل بن سعدؓ کے ایام تک باقی رہی ہیں)۔''

(سیر اعلام النبلاء عربی ج ۳ ص ۴۷۱، طبع بیروت، لبنان)

غوری کی نرینہ اولاد

جناب محمد اکرام رقمطراز ہیں۔

''سلطان (معز الدین محمد غوری) کے اولاد نرینہ کوئی نہ تھی، فقط ایک لڑکی تھی، جب اس کے درباری اس بات پر تاسف اور سلطان سے ہمدردی کا اظہار کرتے تو وہ مسکرا دیتا اور کہتا کہ میرے اتنے غلام ہیں، جنہیں میں نے بیٹوں کی طرح پالا ہے اور جن کی تعلیم و تربیت پر میں نے بے حد محنت کی ہے، وہ سب فرزندوں کی طرح میرا نام روشن کریں گے۔'' (آب کوثر، اسلامی ہندو پاکستان کی مذہبی اور علمی تاریخ عہد مغلیہ سے پہلے ص ۹۵، طبع لاہور)

حضرت جیؒ کا بچپن میں شوق

مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ رقمطراز ہیں۔

''ایک بار خود (حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ المتوفی ۱۹۶۵ء نے) فرمایا۔

''میں نے سوائے ایک دفعہ کے بازار سے ایک آنہ کی بھی مٹھائی خرید کر نہیں کھائی، وجہ یہ نہیں تھی کہ میرے پاس پیسے نہ ہوتے تھے، بلکہ بات یہ تھی کہ میں نے پیسے جمع کرنے کا ایک ڈبہ بنا لیا تھا اور اس میں جو پیسے مجھ کو ملتے

ڈال دیا کرتا تھا کہ اُن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی کتابیں خریدوں گا۔''

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ص ۱۷۴و۱۷۵،طبع کراچی)

انگریزی سیکھنے کی جگہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ المتوفیٰ ۲۰۰۰ء رقمطراز ہیں۔

''(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے فرمایا کہ) والد صاحب نے اخیر عمر میں خود بخود انگریزی پڑھی، پاخانے کے وقت ایک دولغت کے الفاظ دیکھ کر جاتے اور فراغت تک اسے رٹ لیتے،سال ڈیڑھ سال میں بی اے کی کتابیں بہت آسانی سے پڑھ لیتے تھے۔''

(مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اوران کے خلفاءکرام حصہ اول ص ۵۶۵و۵۶۶،طبع انگلینڈ)

عالم اور جاہل ہونے کا معیار

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ المتوفیٰ ۱۸۱۲ھ رقمطراز ہیں۔

''ابن ابی غسان کا مقولہ ہے''آدمی اسی وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم ہے،اوراس وقت سے جاہل ہے جب طالب علمی کوخیر باد کہہ دے۔''

(العلم والعلماء علامہ ابن عبدالبرؒ کی مشہور کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کا ترجمہ ص ۶۷،طبع دہلی،انڈیا)

شافعی نسبت کی وجہ تسمیہ

جناب سید محمد اکبرحسینی المتوفیٰ ۸۱۲ھ رقمطراز ہیں۔

''حضرت مخدوم (خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ) نے امام شافعی رحمۃ اللہ کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جس روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کا وصال ہوا،امام شافعیؒ کی والدہ جو بہت بوڑھی ہوچکی تھیں اور حد ولادت سے گزر چکی تھیں اورانہیں کوئی اولادنہیں ہوئی تھی،امام ابوحنیفہ کے جنازہ کوگزرتے دیکھ کران سے سفارش کی درخواست کی اوراس کے بعد امام شافعی پیدا ہوئے،لیکن کتاب نسب اورتاریخ میں لکھا ہے کہ شافعی کی نسبت بنوشافعی سے ہے اور بنوشافعی فرزندان عبدالمطلب میں سے ایک خاندان کے لوگ ہیں،ان کا نام محمد اوران کے والد کا نام ادریس اوران کا نسب نامہ اس طرح ہے،امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی۔''

(ملفوظات خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ جوامع الکلم ص ۲۸۱،مرتبہ سید محمد اکبرحسینی،ترجمہ پروفیسر

معین الدین دردائی، ایم اے علیگ، طبع کراچی)

سلطان ایوبیؒ ، لین پول کی نظر میں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ المتوفی ۱۹۹۹ء لکھتے ہیں۔

''صلاح الدین کا یورپین سیرت نگار لین پول (STANELY LANPOOL) اپنی مشہور کتاب ''صلاح الدین'' میں لکھتا ہے۔

''اگر دنیا کو صلاح الدین کی شرافت و عالی حوصلگی کے اس معاملہ کے سوا اور کچھ معلوم نہ ہو جو اس نے بیت المقدس کی فتح اور اسلام کے لئے اس کی بازیابی کے وقت اپنے مسیحی دشمنوں کے ساتھ کیا تھا، تب بھی یہ ثابت کرنے کے لئے بہت کافی ہے کہ اس کے زمانے میں عالی ہمتی، عظمت و شجاعت، اور مردانگی و بسالت میں کوئی آدمی اس سے بڑھا ہوا نہیں تھا، بلکہ اس معاملے میں تو وہ ہر زمانے کے لوگوں میں بھی عظیم تھا۔''

(صلاح الدین ص ۲۰۵)

(منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین ص ۱۹۲، طبع کراچی)

آج کل کے پڑھے لکھے بھی حقیقت نہیں سمجھتے اور اس پر ایک مزیدار حکایت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ المتوفی ۱۳۶۲ھ فرماتے ہیں۔

انصاف تو یہ ہے کہ بعض لکھے پڑھے بھی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور دوسروں کی تکلیف کا کچھ خیال نہیں رکھتے کہ ہمارے اس کام سے دوسرے کو تکلیف پہنچے گی، بلکہ صرف لفظوں ہی پر نظر ہے، جیسا کہ ایک شخص کا قصہ ہے کہ جب وہ مرنے لگے تو بیٹے کو وصیت کی جو کوئی میری تعزیت کو آئے اس کو اونچی جگہ بٹھانا اور نرم نرم اور میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور بھاری کپڑے پہن کر اسے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا، اب صاحبزادے کی سنیے، ایک صاحب ان کے والد کے دوست تعزیت کو آئے، آپ نے فوراً نوکروں کو حکم دیا کہ ان کو مچان پر بٹھا دو، وہ آئے اور مجرموں کی طرح سے ان کو زبردستی پکڑ کر مچان پر بٹھا دیا، اب وہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے، نوکر کہتے ہیں کہ آقا کا یہی حکم ہے، اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جاجم اور دری قالین میں لپٹے ہوئے ایک عجیب بغلول کی سی شکل بنائے ہوئے تھے، آخر مہمان نے ان کے والد صاحب کی تعزیت میں کچھ کہا تو جواب میں فرماتے ہیں گڑ، انہوں نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہے روئی، مہمان بے چارہ دنگ ہے، غرض کھانے کا وقت آیا، گوشت گلا نہ تھا، مہمان نے کہیں اس

کی شکایت کی تو آپ تیز ہوکر کہتے ہیں واہ صاحب میں نے آپ کے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپ کو پسند نہیں آیا، اب مہمان اور بھی پریشان ہوئے، آخر دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ابا جان نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص تعزیت کیلئے تمہارے پاس آئے تو اس کو اونچی جگہ بٹھانا، اس واسطے میں نے آپ کو مچان پر بٹھلایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی اور یہ کہا تھا کہ بھاری کپڑے پہن کر ان سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کوئی کپڑا نہ تھا، تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم اور میٹھی باتیں کرنا تو گُڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی چیز مجھ کو نہ معلوم ہوئی، اور یہ وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا تو اس کتے سے زیادہ کوئی جانور قیمتی ہمارے گھر نہ تھا، مہمان لعنت بھیج کر وہاں سے رخصت ہوا، پس یہی حالت ہماری ہے کہ الفاظ یاد کر لیے ہیں، نہ اخلاق ہی کی حقیقت سمجھتے ہیں اور نہ اعمال کی، چنانچہ ہم نے اخلاق نام صرف خوشامد اور میٹھی باتیں کرنے کا رکھ لیا ہے، سو یہ تو حقیقت میں نفاق ہے کہ دل میں تو کینہ بھرا ہوا اور زبان سے خوشامد کی باتیں کی جائیں۔‘‘

(تسہیل المواعظ جلد دوم ص ۷۶ تا ۷۸، طبع انڈیا، از مولانا انوار الحق امروہیؒ)

ظاہری علوم کا محقق باطنی علوم والے کے دَر پر

ابوالمواھب امام عبدالوہاب بن احمد شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ رقمطراز ہیں۔

’’شیخ یحییٰ نوویؒ باوجود کمال علم وجلالت وصلاحیت وبزرگی کے شیخ مراکشیؒ کی خدمت میں دمشق کے باہر جاتے اور جو مسائل شرعیہ ان کے فہم سے باہر ہوتے شیخ سے حل کرواتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صوفیاء کرام بہ نسبت علماء ظاہریہ کے اسرار شرعیہ سے زیادہ واقف نہ ہوتے تو نووی جیسا فاضل اجل کیوں ان کی خدمت میں جاتا۔‘‘

(اردو ترجمہ انوار القدسیۃ فی آداب العبودیۃ ص ۳۶ و ۳۷، طبع کراچی)

ہندوستان میں پہلی مسجد

جناب مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی رقمطراز ہیں۔

’’مالک بن دینار اور مالک بن حبیب نے کدنکلور (کالیکٹ) میں مسجد تعمیر کی اس کے بعد کُل ملابار کا دورہ کیا جا بجا لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں، ان اسلامی منادوں نے صرف ملابار ہی تک اپنی تبلیغ کو محدود نہیں رکھا بلکہ ساحل کارومنڈل میں بھی تبلیغی سلسلہ جاری کیا اور وہاں بھی بہت سی مسجدیں تعمیر کیں، سفرنامہ ابن بطوطہ اور تحفۃ المجاہدین کی روایت کے بموجب ان عرب مبلغین کی بنائی ہوئی مسجدوں میں سے چھٹی صدی ہجری

تک مندرجہ ذیل مقامات کی مسجد یں موجود تھیں ۔(۱) کالیکٹ (۲) کولم یا کولن (۳) ہیلی (۴) سری کندا پورم (۵) درمہ پٹن (یہاں کا حکمران بھی مسلمان ہوگیا تھا) (۶) فندرینہ یا پندارانی (۷) چالیام یا پدٹپن (۸) چالیات (۹) خا کنور یا رکور (۱۰) منگلور (۱۱) کلنجر کوٹ (۱۲) کولم، یہ مقام ساحل کارومنڈل پر واقع ہے۔''

(آئینہ حقیقت نما جلد اول ودوم ص ۳۷ و ۴۷، طبع کراچی)

صناع اور عاقل کا فرق

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی ؒ المتوفٰی ۱۳۶۲ھ نے فرمایا۔

''مولوی محمد حسین عظیم آبادی سے جو کہ میرے ایک دوست تھے اُن کے طالب علمی کے زمانہ میں ایک کالج کے طالب علم نے سوال کیا کہ آسمان پر کل کس قدر ستارے ہیں، انہوں نے فرمایا مرصودہ تو معلوم ہیں مگر غیر مرصودہ نہیں، اس طالب علم نے کہا کہ مولوی صاحب تعجب کہ سائنس کا اتنا ضروری مسئلہ اور آپ کو اس کی اطلاع نہیں، مولوی صاحب نے فرمایا اچھا بتلا یے سمندر میں کس قدر مچھلیاں ہیں، اس طالب علم نے کہا کہ مجھے تو علم نہیں تو مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ افسوس ہے آپ اس قدر سائنس کے دلدادہ ہیں اور آپ کو زمین کی چیزوں کی بھی اطلاع نہیں، پھر جب آپ کو ہنوز زمین کی بھی پوری اطلاع نہیں ہے تو مجھ کو آسمان کے تاروں سے اطلاع نہ ہونا کیا تعجب ہے، یہ جواب سن کر ان طالب علم صاحب کی آنکھ کھلی اور ہوش آیا، اس طرح لوگ صناع قوموں کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے عاقل ہیں حالانکہ وہ صرف ایک صنعت کے تجربہ کار ہیں، لہٰذا اُن کو صناع کہنا چاہئے نہ کہ عاقل، صناعی دوسری چیز ہے، عاقل ہونا دوسری بات ہے، اگر ہم ایک بڑے فلسفی مثلاً افلاطون کو ایک جلاہے کہ گھر لے جاویں اور اس کی کارگہہ میں بٹھلا دیں اور کہیں کہ ایک مہین تنزیب بنو تو یقیناً وہ اس پر قادر نہ ہوگا اور جلاہا عمدہ سے عمدہ بُن دے گا، اس فرق کی وجہ سے یہ کہہ دیں گے کہ یہ جلاہا اس فلسفی سے زیادہ عاقل ہے، ہرگز نہیں، ہاں یہ کہیں گے کہ یہ فلسفی اس صنعت کو اس قدر نہیں جانتا جس قدر یہ جلاہا جانتا ہے، پس علماء محققین خواہ تجربہ کار نہ ہوں مگر کامل العقل ہوتے ہیں اور یہ ہی ورثۃ الانبیاء ہیں۔''

(دعوات عبدیت جلد دوم کا ساتواں وعظ ملقب بہ اکمال الصوم والعید ص ۲۱، طبع کراچی)

......☆......☆......☆......☆......

مولانا زاہد الراشدی
جانشین امام اہل السنۃؒ

مسلم حکومتیں، اسلامی نظام اور امارت اسلامی افغانستان

مولانا زاہد الراشدی کا معمول ہے کہ اتوار کے روز ساڑھے نو بجے دن ادارۃ النعمان پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں ''تخصص فی الفقہ'' کے طلبہ کو ہفتہ وار لیکچر دیتے ہیں، اس سال ان کے محاضرات کا عنوان ''اسلام کا سیاسی نظام'' ہے، ۲۶، ستمبر ۲۰۲۱ء کے لیکچر کا خلاصہ نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ!

آج میں آپ حضرات کو موجودہ معروضی حالات میں اسلام کے قانون و نظام کو کسی بھی سطح پر تسلیم کرنے والی مسلم حکومتوں کی صورت حال سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جن کے دستور و قانون میں اسلام کا نام شامل ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلامی حکومتیں اور ریاستیں ہیں۔

(۱) سعودی عرب (۲) پاکستان اور (۳) ایران تو سب کے سامنے ہیں البتہ مراکش میں بھی سربراہ مملکت کو امیر المؤمنین کہا جاتا ہے جس کا پس منظر اس وقت میرے سامنے نہیں ہے۔

سعودی عرب کا باقاعدہ نام ''المملکۃ العربیۃ السعودیۃ'' ہے جو آج سے کم و بیش ایک صدی قبل خلافت عثمانیہ کے بکھرنے کے دور میں قائم ہوئی تھی، اس ریاست میں ''آل سعود'' کے زیر اقتدار وہ علاقے شامل ہیں، جن میں اس وقت مختلف معاہدات کی صورت میں ''آل سعود'' کے دائرۂ اقتدار میں شامل کیا گیا تھا اور ان پر بین الاقوامی طور پر ''آل سعود'' کا حق حکمرانی خاندانی اور نسلی بنیاد پر تسلیم کیا گیا تھا جبکہ آل سعود نے حکمرانی کا حق ملنے کے بعد قرآن کریم کو اپنی مملکت کا ریاستی مذہب اور دستور و قانون کی بنیاد قرار دینے کا اعلان کیا تھا، سعودی عرب کی حکومتی نظام میں الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ تعالیٰ کا خاندان بھی ''آل شیخ'' کے نام سے ایک معاہدہ کے تحت شریک تھے اور ان کے درمیان تقسیم کار چلی آ رہی ہے۔

سعودی عرب کا عدالتی نظام مکمل طور پر قرآن وسنت کے تابع ہے جس کی برکات پورے ملک میں دکھائی دے رہی ہیں، البتہ اب موجودہ ولی عہد شہزادہ محمد نے یہ سوال اٹھا دیا ہے کہ دستور وقانون کی بنیاد قرآن کریم کے ساتھ سنت وحدیث بھی ہے یا صرف قرآن کریم ہی ریاست وحکومت کی اساس ہے، بہرحال خاندانی حکومت ہونے کے باوجود اپنے دستور وقانون کے حوالہ سے ایک اسلامی ریاست ہے اور حالات میں مختلف تغیرات کے باوجود اسلامی ریاست اور حرمین شریفین کے انتظام وخدمت کے حوالہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی عقیدت واحترام سے بہرہ ور ہے۔

پاکستان ایک سیاسی اور عوامی تحریک کے نتیجے میں ۱۹۴۷ء کے دوران برطانوی استعمار کے تسلط کے خاتمہ اور متحدہ ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر وجود میں آیا تھا، اور اس نئی مملکت کے قیام کی تحریک چلانے والے قائدین نے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کے قیام کا مطالبہ مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کے تحفظ اور قرآن وسنت کے احکام وقوانین کی عملداری کے لیے ہیں، چنانچہ ملک کے باقاعدہ قیام اور مسلم لیگ کو اقتدار منتقل ہونے کے بعد اس کے ریاستی وحکومتی نظام کی تشکیل کا سوال کھڑا ہوا تو اگرچہ سیکولر حلقوں اور لابیوں نے پوری کوشش کی کہ اس نوزائیدہ مملکت کو ایک سیکولر اور جمہوری ریاست کی حیثیت دے دی جائے مگر دستور ساز اسمبلی نے ''قرارداد مقاصد'' کی صورت اس کی نظریاتی بنیاد ہمیشہ کے لیے طے کر دی کہ

(۱) حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔

(۲) حق حکمرانی عوام کے منتخب نمائندوں کو ہوگا اور

(۳) پارلیمنٹ اور حکومت قرآن وسنت کے احکام کی پابند ہوں گی۔

ان اصولوں کی تشریح تمام مکاتب فکر کے اکتیس اکابر علماء کرام نے متفقہ بائیس دستوری نکات کی صورت میں کر دی جن میں سے بیشتر نکات دستور پاکستان کا باقاعدہ حصہ ہیں ورانہی اسلامی دستوری بنیادوں کی وجہ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی ریاست سمجھا جاتا ہے۔

اگرچہ عملی صورت حال شروع سے اب تک اس سے مختلف چلی آ رہی ہے اور مقتدر حلقے دستوری صراحتوں کے باوجود عملی طور پر اسلامی احکام وقوانین کو نفاذ وفروغ کا کوئی راستہ نہیں دے رہے، البتہ دستوری اساس کے لحاظ

سے ہر ایک اسلامی ریاست ہے اور اگر دستور پر تمام ادارے اور طبقے خلوص کے ساتھ عمل کریں تو پاکستان اسلامی ریاست کے طور پر ایک آئیڈیل ملک کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آ سکتا ہے۔

تیسری طرف ایران نے جناب آیت اللہ خمینی کی قیادت سے مذہبی انقلاب کے بعد خود کو ''اسلامی جمہوریہ ایران'' کی شکل دی اور اسلام کو ریاست کا سرکاری دین اور اثنا عشری فقہ کو ملک کا ریاستی مذہب قرار دیا، دستور کے مطابق ملک میں حاکمیت اعلیٰ ''امام غائب'' کی تسلیم کی گئی اور ان کی نمائندگی ''ولایت فقیہ'' کے عنوان سے ملک کے سب سے بڑے فقیہ کرتے ہیں جو اپنے دور میں خمینی صاحب تھے اور اب جناب آیت اللہ خامنہ ای صاحب کو وہ مقام حاصل ہے جو مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ سمیت تمام ریاستی وحکومتی اداروں کے لیے حکمران اعلیٰ اور فائنل اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں البتہ نظام حکومت چلانے کے لیے عوام کے منتخب نمائندوں کو ذریعہ بنایا گیا ہے اور پارلیمنٹ اور حکومتی مناصب عوامی الیکشن کے ذریعہ وجود میں آتے ہیں گویا ایران میں اصل تشیع کے اثنا عشری طبقہ نے اپنے ''تصور امامت'' کو دستوری اور قانونی حیثیت دے دی ہے جو ان کے دائرہ میں کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے اور وہ اس پر سختی سے قائم ہیں۔

اس پس منظر میں افغانستان اور طالبان پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے، طالبان نے اب سے دو عشرے قبل اپنے دور اقتدار میں افغانستان کو ''امارت اسلامی افغانستان'' کا عنوان دیا تھا جس میں امیر المؤمنین کے طور پر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش پانچ سال حکومت کی جس کے مثبت ثمرات ونتائج اور برکات کا ابھی تک عالمی سطح پر اعتراف کیا جا رہا ہے، اس کے بعد انہیں امریکی اتحاد کے ساتھ بیس سال تک جنگ لڑنا پڑی، اس میں سرخرو ہونے کے بعد اب پھر وہ پورے افغانستان میں برسر اقتدار ہیں اور نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ اپنے اقتدار اور نظام کو حتمی شکل دینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

اس موقع پر میں باقی تفصیلات سے قطع نظر دو باتوں کا بطور خاص تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

ایک یہ کہ افغانستان پر طالبان کے کنٹرول اور حکومت کو تسلیم کرنے کی بجائے بین الاقوامی دباؤ کے ذریعہ انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ ان شرائط اور قیود کو بہرحال تسلیم کریں جو عالمی اداروں نے ان کے لیے طے کر رکھے ہیں، ہمارے خیال میں یہ زیادتی اور ناانصافی کی بات ہے، وہ اسلامی عقیدہ اور افغان ثقافت کے ساتھ بے لچک کمٹمنٹ رکھتے ہیں اور ان کا ایک مستقل ''وژن'' ہے جسے یکسر مسترد کر دینے کی بجائے معاشرتی تجربہ اور سماجی

عملداری کا موقع ملنا چاہئے، عالمی قوتیں اپنے نظام اور سولائزیشن کو ہر جگہ مسلط کرنے کیلئے دباؤ، جبر اور مکر کے جو حربے مسلسل استعمال کر رہی ہیں وہ بجائے خود ان کے نظام وثقافت کے کھوکھلا ہونے کی علامت ہے، انہیں اگر اپنی سولائزیشن کے انسانی سماج کے لیے مفید ہونے کا یقین ہے تو اس کا فیصلہ انسانی سماج کو کرنے دیں جو تجربہ و مشاہدہ کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ متبادل نظام وثقافت کے طور پر امارت اسلامی افغانستان کو کسی بیرونی مداخلت اور ڈکٹیشن کے بغیر آزادی کے ساتھ اپنا نظام قائم کرنے کا موقع دیں اور کچھ عرصہ انہیں مکمل خودمختاری کے ساتھ اپنے نظام وثقافت پر عمل کرنے دیں تا کہ دنیا کے سامنے یہ بات واضح ہو سکے کہ انسانی سماج کی بہتری کے لیے مغرب کا نظام وثقافت زیادہ کارآمد ہے یا اسلامی نظام وقانون زیادہ مفید ہے، یہ فیصلہ خود کرنے کا کسی بھی فریق کو حق حاصل نہیں ہے جبکہ مغرب یکطرفہ طور پر دھونس، دھاندلی، جبر اور دباؤ کے تمام حربے اختیار کر کے افغانستان میں اسلامی نظام وثقافت کے نفاذ کا راستہ روکنے پر تلا بیٹھا ہے۔

دوسری بات مسلم حکومتوں سے کرنا چاہوں گا کہ اسلام کے عقیدہ وثقافت کے ساتھ وہ بھی اپنے ایمان و کمٹمنٹ کا دعویٰ کرتے ہیں مگر عالمی دباؤ کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہے ہیں، ان کے لیے اپنے ایمان و عقیدہ اور تہذیب وثقافت کے ساتھ وابستگی کے اظہار کا طریقہ یہی ہے کہ وہ امارت اسلامی افغانستان کے راستے میں روڑے اٹکانے کی بجائے اسے آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیں، وہ اگر تعاون نہیں کر سکتے تو رکاوٹیں کھڑی کرنے سے گریز کریں، ہمیں یقین ہے کہ اگر امارت اسلامی افغانستان کو کسی قسم کی بیرونی مداخلت اور ڈکٹیشن کے بغیر کم از کم دس سال آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع مل گیا تو دنیا کے سامنے اسلامی احکام وقوانین کو آئیڈیل نظام کے طور پر پیش کرنے کا جو خواب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پیش کیا تھا وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پڑوس میں امارت اسلامی افغانستان کی صورت میں دنیا ضرور دیکھ لے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

......☆......☆......☆......☆......

[خطاب] مولانا محمد فیاض خان سواتی
[ضبط وترتیب] محمد حذیفہ خان سواتی

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس سے بچنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، خُصُوْصاً عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَآءِ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ، وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ o اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا، اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِo

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ، وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ، وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

محترم حاضرین و برادران اسلام وخواتین محترمات!

تلاوت کردہ آیات کا ترجمہ ومفہوم

میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم بائیسویں پارہ میں سے ''سورۃ فاطر'' کی آیات نمبر ۵ اور ٦ تلاوت کی ہیں، جن کی روشنی میں آج میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن کون ہے، وہ دشمن اپنی تدبیریں کیسے کرتا ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ کار کیا ہے، سب سے پہلے ان آیات کا ترجمہ ومفہوم عرضِ خدمت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں صرف ایمان والوں کو نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کیا ہے، مشرکین مکہ اور دیگر کفار حضور نبی اکرمؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو بے حد تنگ کرتے، آپ کو جھٹلاتے اور قیامت کا انکار کرتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رسول اللہؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو تسلی دی کہ کوئی بات نہیں، یہ آپ کی تکذیب کرتے

ہیں اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں تو جھٹلاتے رہیں، قیامت تو ایک دن آنے ہی والی ہے، کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے، اس لیے وہ برپا ہو کر ہی رہے گی تو وہیں ان کا حساب کتاب ہو جائے گا، یہ تسلی کا مضمون چلا آ رہا تھا، چنانچہ یہاں تمام بنی نوع انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخاطب کیا، چاہے وہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں، بڑے ہیں یا چھوٹے ہیں، مرد ہیں یا خواتین ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے۔ قیامت آئے گی اور جو قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ انسان سمجھتا ہے کہ صرف یہی زندگی ہے، جس کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو فرمایا تمہیں زندگی دھوکے میں نہ ڈالے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ اور بڑا دھوکے باز شیطان بھی تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ دو اسباب اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، ایک یہ کہ انسان اِس دنیا کی زیب و زینت میں مگن ہو کر دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ بڑا دھوکے باز جو کہ شیطان ہے، اُس کے وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا پس اس کو دشمن ہی سمجھو۔ وہ کبھی دوست نہیں ہو سکتا ہے، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پکی مہر لگی ہوئی ہے، اگر کبھی وہ دوستی کے روپ میں بھی آئے تو وہ دوست نہیں ہو گا بلکہ دشمن ہی ہو گا لہٰذا اسے دشمن ہی سمجھو۔ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ بے شک وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے۔ شیطانِ اکبر جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے ٹکر لی، وہ بڑا شیطان ہے، اُس کے چیلے چانٹے اور گروپ بہت وسیع ہے، وہ اپنے گروپ کو دعوت دیتا ہے، اس کا گروپ جنوں میں بھی ہے اور انسانوں میں بھی ہے مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ وہ اپنے گروپ کو دعوت دیتا ہے کہ جو میں بات کہتا ہوں وہ کرو، جو میں تمہارے دل میں وسوسہ ڈالتا ہوں اس کے مطابق کرو، اس کا مقصد کیا ہے؟ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ تاکہ اس کے گروپ والے لوگ بڑھکتی ہوئی آگ والے یعنی جہنمی بن جائیں۔ شیطان کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ میرا گروپ اور میری پارٹی بڑی ہو جائے اور جو میں نے خدا کو چیلنج کر رکھا ہے، جیسا کہ سورۃ صٓ میں ہے اس نے کہا لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ہاں تیرے نیک بندے میری پہنچ سے باہر رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اس کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اسے قیامت تک کیلئے مہلت دے دی، قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ فرمایا سچ بات یہ ہے جو میں کہتا ہوں، اور میں سچ ہی کہتا ہوں لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ میں تجھے بھی اور تیرے پیروکاروں سے بھی جہنم کو پُر کردوں گا، تو بھی اپنا کام کر، میں بھی اپنا کام کروں گا۔

انسان کی کشمکش

میں نے آج صرف یہ عرض کرنا ہے کہ انسان کا سب سے پہلا اور آخری دشمن شیطان ہے، یہ انسان کو کیسے بہکاتا ہے، اس سے بچنے کی تدابیر کیا ہیں، شریعت اسلامیہ نے اس کی بڑی تفصیلات بیان کی ہیں، جن میں سے چند باتیں سردست آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ شیطان اور جن انسانوں کی طرح اللہ کی مکلّف مخلوق ہے، ان کا مادہ آگ سے ہے، انسانوں کا مٹی سے ہے اور تیسری مخلوق یعنی فرشتوں کا مادہ نور سے ہے۔ فرشتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صرف بھلائی ہی بھلائی رکھی ہے، ان میں برائی نہیں ہے، جبکہ شیطانوں اور جنوں میں اکثر و بیشتر برائی ہی برائی ہے، لیکن انسانوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دونوں صفات رکھی ہیں، اگر یہ فرشتوں والی صفات اپنائے گا تو فرشتوں سے بڑھ جائے گا، اگر شیطان کی صفات اپنائے گا تو اس سے بھی بدتر ہو جائے گا، غرضیکہ انسان فرشتوں اور جنات وشیاطین کے درمیان پھنسا ہوا ہے، اس نے یہاں سے کیسے نکلنا ہے، اس کے بارہ میں ہی بات کروں گا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ انسان کا جو دل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کاملہ سے اس کے دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں طرف ایک شیطان ہوتا ہے۔ فرشتہ انسان کو ہر وقت یہ الہام والقاء کرتا رہتا ہے کہ نیکی کی بات کر۔ نیکی کی باتوں کی تفصیلات میں جاؤں تو ساری گنوانی پڑیں گی اور بہت وقت درکار ہوگا، مثلاً فرشتہ دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ نماز پڑھ، روزہ رکھ، زکوۃ دے، عمرہ وحج اداء کر، صدقہ وخیرات اور صلہ رحمی کر، رفاہِ عامہ کے کام کر اور نیکی کے جتنے بھی دیگر امور ہیں انجام دے، دوسری طرف جو شیطان بیٹھا ہوا ہے وہ اس کے مقابلے میں اس کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے کہ یہ والے کام نہ کر، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ (البقرۃ۔۲۶۸) وہ تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ کوئی آدمی مالی کام کرنے لگتا ہے تو کہتا ہے کہ تُو فقیر اور کنگال ہو جائے گا، تیرے پاس کچھ باقی نہیں رہے گا، بڑھاپے میں تُو کیا کرے گا، ایسے عجیب وغریب قسم کے وسوسے جو انسان کے ذہن پر فوراً اثر انداز ہوتے ہیں، عمرہ کرنے لگا ہے تو

وسوسہ ڈالے گا کہ پہلے کیا تو ہوا ہے، اس کی جگہ کاروبار بڑھا لے، اس طرح یہ اپنا کام کرتے رہتے ہیں، دائیں طرف سے فرشتہ اور بائیں طرف سے شیطان، اس کی کشمکش میں انسان ہے، اس وجہ سے انسان بسا اوقات نیکی اور برائی کو انجام دینے میں کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ یہ کروں یا وہ کروں، حالانکہ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے، پکا یقین ہوتا ہے، اس نے قرآن کریم میں پڑھا سنا ہے، لیکن پھر بھی کشمکش میں مبتلا ہے کہ کروں یا نہ کروں، تو ایسی کیفیت ہوتی ہے جب فرشتہ الہام والقاء کرتا ہے اور شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی اور اس سے بچنے کا طریقہ

جب تک انسان زندہ رہتا ہے دو کیفیتوں میں مبتلا رہتا ہے، ایک دن کی کیفیت جس میں بیداری ہے اور ایک رات کی کیفیت جس میں نیند ہے، شیطان کو اپنا وسوسہ ڈالنے کیلئے دن کا وقت بڑا سوٹ کرتا ہے، کیونکہ اس وقت انسان بیدار ہوتا ہے، اس کے تمام اعضاء و جوارح کام کر رہے ہوتے ہیں، آنکھیں، ناک، کان، منہ، زبان، ہاتھ، پاؤں ہر چیز حرکت میں ہے اور دماغ چل رہا ہے تو ایسی کیفیت میں اسے وسوسہ ڈالنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے، وہ دن میں انسان کے تمام اعضاء و جوارح پر وسوسہ ڈالنے کی پوزیشن میں ہوتا ہے، خواہ انسان کسی بند کمرے میں کیوں نہ ہوں، وہ وہاں پہنچ جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ۔ (الاعراف۔۲۷) وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے بھی دیکھ لیتا ہے، جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے، چاہے آدمی اپنے آپ کو چھپا کر رکھے، کمرے میں بند کر لے، لیکن شیطان وہاں بھی پہنچ جاتا ہے، اللہ نے اس کو طاقت دے رکھی ہے، مثلاً یہ دیوار ہے، ہمیں اس دیوار کے اُس طرف نظر نہیں آ رہا کہ وہاں کیا ہے، لیکن شیطان کو وہاں دیوار کے پیچھے کھڑے ہوئے نظر آ رہا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے، ہم یہاں سے دیوار کو توڑ کر اُدھر جا سکتے ہیں، لیکن وہ اس کے بغیر بھی داخل ہو جاتا ہے، تو دن کے وقت اس کیلئے بڑی آسانی رہتی ہے، کیونکہ انسان کا دماغ اور اعضاء و جوارح بیدار ہوتے ہیں، جب بیداری کی کیفیت ہوتی ہے تو انسان کو دنیا کی ساری زیب و زینت نظر آتی ہے، جس کے بارے میں انسان سوچتا ہے، دیکھتا ہے، سنتا ہے، بولتا ہے، اس کیلئے چل کر جاتا ہے تو وہ دنیا کی زیب و زینت کو نمایاں کر کے انسان کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔

دماغ کا وسوسہ یہ ہے کہ نیکی کا انسان کو پتہ ہے، قرآن و حدیث پڑھا سنا ہوا ہے، اس کو پتہ ہے کہ یہ کام ٹھیک ہے اور یہ کام ٹھیک نہیں ہے، لیکن وہ سوچ میں وسوسہ ڈالے گا، آنکھ میں وسوسہ ڈالے گا کہ غیر محرموں کی طرف دیکھو،

اس کی توجہ اُدھر کرے گا، بری چیزیں پڑھو، بری چیزیں دیکھو، ایک طرف قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہے، وعظ ہو رہا ہے وہ نہیں سنے گا، دوسری طرف گانا ہو رہا ہے تو شوق سے سنے گا، یہ شیطان کا وسوسہ ہے، بولنے میں وسوسہ ڈالے گا، انسان نیکی، بھلائی اور ایمان کی بات کر سکتا ہے لیکن وہ وسوسہ ڈال کر کفر اور شرک کی بات، گالی گلوچ، جھوٹ اور غیبت کی طرف لگا دے گا، زبان اور منہ کے ساتھ حلال کھا سکتا ہے، حلال پی سکتا ہے، لیکن اس کی بجائے حرام کھائے گا اور حرام پئے گا، بکری کھانے کی بجائے سور کو ترجیح دے گا کہ بڑا لذیذ ہوتا ہے، روح افزاء پینے کی بجائے کہے گا کہ شراب ٹھیک ہے، بڑی فائدہ مند ہے، اس قسم کے وسوسے، ہاتھ سے انسان نیکی کے کام انجام دے سکتا ہے، مثلاً قرآن کریم کو اٹھا کر پڑھے گا، کسی اندھے کو پکڑ کر روڈ کراس کرا دے گا، ہاتھ سے جتنے بھی نیکی کے کام ہیں کر سکتا ہے لیکن وہ اس طرح نہیں کرنے دے گا، ہاتھ سے اسے گندے ناول اٹھوائے گا، وہ کسی کو تھپڑ اور مکا مارے گا، دھکا دے گا، چوری کرے گا، ڈاکہ ڈالے گا، غصب کرے گا، چھینا جھپٹی کرے گا، مار پیٹ کرے گا، یہ سب اس کے وسوسے ہوتے ہیں، پاؤں کے ساتھ آدمی مسجد میں جا سکتا ہے، حرمین شریفین کی طرف جا سکتا ہے، رفاہِ عامہ کے کام اور نیکی کے امور انجام دینے کے لئے جا سکتا ہے لیکن ادھر نہیں جانے دے گا وسوسہ ڈال کر سینما لے جائے گا، تھیٹر لے جائے گا، برائی کے جتنے بھی کام ہیں اس سے کرائے گا، بدکاری کی طرف لے جائے گا اور جوئے کی طرف راغب کرے گا۔

الغرض! بیداری کی حالت میں شیطان انسان پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، بنسبت سوئے ہوئے انسان کے، سوئے ہوئے انسان پر شیطان جلدی وسوسہ نہیں ڈال سکتا، حدیث مبارکہ میں آتا ہے، بخاری شریف میں موجود ہے، جب انسان سو جاتا ہے تو شیطان کو وسوسہ ڈالنے کیلئے کوئی راستہ نظر نہیں آتا، کیونکہ آنکھیں سوئی ہوئی ہیں، دماغ اس وقت کام نہیں کر رہا، ہاتھ پاؤں اسی کی وجہ سے خاموش ہیں، سونے کی کیفیت تو موت کی کیفیت ہوتی ہے، اب وہ جو بیداری کی حالت میں وسوسے ڈالتا تھا اس میں اس کو کامیابی نظر نہیں آتی تو بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب یہ کوئی بھی راستہ نہیں دیکھتا تو سوئے ہوئے انسان کے ناک میں گھس جاتا ہے، ناک کے نتھنوں سے اندر گھس کر دل پر وسوسہ ڈالتا ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ نیند میں بڑے بھیانک خواب آتے ہیں، برائی والے خواب آتے ہیں، انسان ڈر جاتا ہے اور بڑی عجیب وغریب کیفیات میں مبتلا ہوتا ہے، لیکن حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا جب انسان بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے، اسی لیے ہمیں حکم ہوا کہ سونے سے پہلے بھی دعا

پڑھواور اٹھنے کے بعد بھی دعا پڑھو۔

سوتے وقت بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْيَا اور بیدار ہوتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ یہ تمام مردوں اور خواتین کو یاد کرنی چاہئیں سنت ہیں، اس کے ساتھ قرآن کریم کی آیات اور دیگر دعائیں بھی یاد کرنی چاہئیں تاکہ اس کا یہ ایک راستہ بھی بند ہو جائے۔ سوتے ہوئے انسان دعا پڑھ کر سو جائے تو عبادت میں شمار ہوگا، ادھر سے شیطان کا وسوسہ بھی نہیں ہوگا تو یہ بڑا لطیف مزاج اور اعلیٰ درجے کا ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرمؐ نے شیطان سے حفاظت کیلئے بڑی دعائیں ارشاد فرمائی ہیں، حدیث کی کتابوں میں بہت سی دعائیں ہیں جن میں سے دو تین جو سب سے آسان ہیں وہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جو آدمی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے گا وہ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔ یہ تو ہر انسان مرد، خواتین، بچوں، بوڑھوں سب کو یاد ہوتی ہے، اس کو کثرت سے پڑھنا چاہئے خصوصاً سوتے وقت۔

پھر آپؐ نے ایک دوسری حدیث مبارکہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو آدمی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھتا ہے، وہ بھی شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ دعا بھی ایسی ہے جو تمام مرد، خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو یاد ہوتی ہے۔ اس دعا کے بہت سے فوائد ہیں، اس پر میں نے مستقل بیان بھی کیا تھا، جو آپ نے سنا تھا، اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ شیطان کے وسوسوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

جناب رسول اللہؐ نے ایک اور حدیث مبارکہ میں شیطان کے وسوسوں سے بچنے کیلئے مختصر سی دعا یہ بھی ارشاد فرمائی کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّيْطَانِ الْغَادِرِ جو آدمی مرد اور خواتین یہ پڑھیں گے شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہیں گے۔

اس کے علاوہ ایک اور حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان کی چھیڑ چھاڑ سے، اس کے سحر اور اس کے تکبر وغیرہ سے۔ جس نے یہ پڑھا وہ بھی محفوظ رہے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جو آدمی مرد اور خاتون آیۃ الکرسی پڑھیں گے اللہ تبارک وتعالیٰ

انہیں شیاطین اور جنات سے محفوظ رکھے گا۔

اور بہت سی دعائیں جو لمبی ہیں وہ ہر آدمی یاد نہیں کرسکتا، اس وجہ سے یہ مختصر سی دعائیں جو یاد بھی ہیں اور ان کو انسان اپنے معمول میں بھی لاسکتا ہے، اس لئے شیطان کے وسوسوں سے حفاظت کیلئے یہ دعائیں ہر مرد اور خاتون کو یاد کرنی چاہئیں۔

شیطان بیداری کی حالت میں زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور نیند میں اتنا کامیاب نہیں ہوتا۔ اللہ کے نام سے تو وہ ایسے بھاگتا ہے، جیسے حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو اس کی آواز سن کر شیطان گوز مارتے ہوئے چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے، تو یہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا دشمن ہے کہ اگر یہ نیکی کی بات بھی کہے تو اس کے کہنے پر نہیں کرنی چاہئے، بات چاہے صحیح ہو، کیونکہ انسان کو اللہ کا حکم، نبی کا حکم، اپنے دماغ، دل اور اپنے ضمیر کے ساتھ اس پر یقین رکھتے ہوئے کرنی چاہئے، میں ایک واقعہ کے ساتھ اس بات کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔ بڑا عجیب واقعہ پیش آیا، تاریخ اور احادیث کی کتب میں موجود ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا مختصر تعارف

حضور نبی اکرمؐ کے جلیل القدر صحابی حضرت امیر معاویہؓ، حضرت ابوسفیانؓ کے صاحبزادے ہیں، ابو عبدالرحمٰن کنیت ہے، قریش کے خاندان بنوامیہ سے تعلق رکھتے ہیں، رشتے میں حضور نبی اکرمؐ کے برادرِ نسبتی یعنی سالے ہیں، ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ جن کا اصل نام رملہ تھا، ان کے بھائی ہیں، صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں، وحی لکھنے والے تقریباً چالیس صحابہ کرامؓ ہیں جن میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے، بڑے قد آور اور خوبصورت تھے، فتح مکہ سن ۸ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا اور ان کے والد بھی مشرف باسلام ہوئے، انہیں حضور نبی اکرمؐ کے ساتھ رہنے کا تھوڑا موقع ملا، یہ مکہ مکرمہ میں تھے، مدینہ منورہ میں آپؐ کے ساتھ زیادہ نہیں رہ سکے، جناب رسول اللہؐ سے انہوں نے تقریباً ۱۳۰، احادیث بیان کی ہیں، سن ۶۰ ہجری میں شام میں ان کی وفات ہوئی ہے، ان کا مزار اب بھی وہاں موجود ہے، حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ بنے تھے، چھ سات مہینے انہوں نے خلافت کی، پھر حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لی، اس کے بعد یہ مسلمانوں کے متفق علیہ خلیفہ ہو گئے اور اس کے بعد تقریباً بیس سال تک خلافت اسلامیہ کے خلیفہ اور امیر رہے، بڑی صفات کے

مالک، عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے، ان کے دور خلافت میں مسلمانوں نے بہت ترقی کی، آج لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں، بہت بری بات ہے، جس کے بارے میں اتنی بات ثابت ہو جائے کہ وہ حضور نبی اکرمؐ کا صحابی ہے، اس کے بارے میں اپنی زبان سے کوئی بری بات نہیں نکالنی چاہئے، جو نکالے گا وہ اپنے ایمان کو خراب کرے گا اور اپنی آخرت کو برباد کرے گا۔

حضرت امیر معاویہؓ پر شیطان کی وسوسہ اندازی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت امیر معاویہؓ ایک مرتبہ سوئے ہوئے تھے، ان کی سالہا سال سے تہجد پڑھنے کی عادت تھی، زندگی میں کبھی ان کی تہجد قضا نہیں ہوئی تھی، ایک رات نیند میں تھے کہ شیطان نے ان پر وسوسہ ڈالا اور یہ تہجد کیلئے اٹھ نہ سکے، یاد رہے کہ وہ انسان تھے، شیطان انسانوں پر ہی وسوسے ڈالتا ہے، تاہم وہ کامل الایمان تھے، ہم لوگ تو کمزور ہیں، ان کے فرائض پر تو وہ ڈاکہ نہ ڈال سکا اور ان کو فرض نمازوں سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا کیوں کہ وہ دن کے وقت ہوتی ہیں تو اس نے ان کی نفلی نماز پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی۔

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان سوئے ہوئے انسان کو تھپکی دیتا ہے کہ سوجا سوجا ابھی بڑا ٹائم ہے، پھر وسوسہ ڈال کر ایسا خوبصورت خواب دکھاتا ہے کہ انسان اسی میں مگن ہو کر رہ جاتا ہے اور ٹائم نکل جاتا ہے، اس رات حضرت امیر معاویہؓ کو سونے کی حالت میں وسوسہ ڈالا تو ان کی تہجد کی نماز قضا ہو گئی، اٹھ کر بڑا روئے، توبہ و استغفار کی کہ میری برسوں سے یہ عادت تھی جو آج ٹوٹ گئی ہے، اپنے دل میں پختہ ارادہ کیا کہ آئندہ ایسا نہ ہونے پائے، جو تہجد کی نماز رہ گئی تھی اس کی تلافی کیلئے انہوں نے اگلے دن بیسیوں نفل پڑھ ڈالے، پچاس سے بھی زیادہ نوافل انہوں نے اداء کیے، اگلی رات جب اسی ارادے کے ساتھ سوئے کہ اٹھ کر تہجد پڑھوں گا، ابھی تہجد کا وقت یعنی رات کا آخری حصہ شروع نہیں ہوا تھا کہ کسی آدمی نے ان کے پاؤں کو پکڑ کر ہلایا اور کہا اٹھیے! تہجد کا وقت ہو گیا ہے، وہ ہڑبڑا کر اٹھے، ہڑبڑانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ خلیفہ تھے، ان کے گھر کے اردگرد سخت پہرا تھا، فوج تھی، انہوں نے سوچا کہ یہ اجنبی شخص اتنے سخت پہرے کو توڑ کر کیسے میری خوابگاہ میں داخل ہو گیا ہے، انہوں نے اس کو پکڑ لیا، شیطان لطیف مزاج ہوتا ہے، اس کو ہر آدمی نہیں پکڑ سکتا، ہاں جو آدمی روحانی قوت کا مالک ہوتا ہے، اس کے مزاج میں بھی لطافت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ پکڑ سکتا ہے، جیسا کہ دوسری حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو ایک جننی تنگ کرتی تھی، ان کی ڈیوڑھی میں آ کر کھجوریں اٹھا کر لے جاتی تھی، انہوں نے اس کو پکڑ لیا اور

حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں لے گئے، دو تین دفعہ ایسا ہوا، اسی طرح اور بعض صحابہ کرامؓ کے واقعات بھی ہیں، ہم لوگ جن کا ایمان بہت کمزور ہے ہمیں تو شیطان ایک تھپڑ لگا کر بھاگ جائے، لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کون ہے تُو ؟ اس نے کہا کہ کل آپ کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی تھی تو میں آپ کے ساتھ خیر خواہی کرنے کیلئے آیا ہوں تاکہ آج آپ کی تہجد قضا نہ ہو، اس لیے وقت سے پہلے آپ کو بیدار کر دیا ہے، حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ شیطان اور خیر خواہی؟ یہ دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں، میں نہیں مانتا، اس موقع پر حضرت امیر معاویہؓ نے قرآن کریم کی یہی آیت تلاوت فرمائی جو میں نے آج خطبے کے آغاز میں آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا، اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ۔ فرمایا کہ اللہ کا حکم ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور دشمن سے کبھی خیر خواہی کی توقع نہیں کی جاتی۔

آپ نے اس کو پکڑ کر اسے خوب جھنجھوڑا اور دھمکی دی کہ اصل حقیقت نہ بتائی تو تیری ٹھیک ٹھاک پٹائی کروں گا اور مار مار کر ادھ موا کر دوں گا، جب اس نے دیکھا کہ اب چھوٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور یہ چھوڑیں گے نہیں، ماوشما ہوتے تو وہ کوئی نہ کوئی جھانسا دے کر ایک منٹ میں بھاگ جاتا، لیکن انہوں نے اسے پکڑ کر کہا کہ اصل حقیقت بتلا، خیر خواہی کی مجھے تجھ سے کوئی توقع نہیں ہے، تُو دشمن ہے اور یہ اللہ کا حکم ہے، اصل بات بتا تو کیوں آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اصل بات بتاتا ہوں، کہنے لگا کہ کل میں نے تصرف کیا اور وسوسہ ڈالا تو آپ کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی، مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کی نیکی چھوٹ گئی، شیطان کسی کی نیکی چھوٹنے پر اور برائی کے ارتکاب پر بے انتہاء خوش ہوتا ہے، حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ جو بڑا شیطان ہے اس کا تخت سمندر پر ہوتا ہے، وہ اس پر بیٹھا رہتا ہے اور اس نے اپنے چیلے چانٹے دنیا میں چھوڑ رکھے ہیں، وہ ہر وقت اس کو جا کر خبریں بتاتے رہتے ہیں کہ آج ہم نے یہ کیا، آج ہم نے فلاں وفلاں کو لڑا دیا، فلاں کو شراب پر لگا دیا، فلاں کو جوئے پر لگا دیا، حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا جب شیطان کے وسوسے اور تصرف سے دو میاں بیوی آپس میں لڑتے ہیں اور ان کے لڑائی جھگڑے کی وجہ سے طلاق کی نوبت آتی ہے اور طلاق ہو جاتی ہے تو یہ شیطان کے چیلے درمیان میں کام کر رہے ہوتے ہیں، وہ وسوسے ڈالتے اور بدگمانیاں پیدا کرتے ہیں، اس کی اطلاع جب شیطان کو اس کے چیلے پہنچاتے ہیں تو اس بات پر وہ سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ میاں بیوی کی جدائی ہوگئی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ اصل بات بتا کہ تُو کیوں آیا ہے، کہنے لگا کہ کل آپ کی تہجد قضا ہوگئی تھی، میں

نے کہا کہ آج آپ سے خیر خواہی کروں، آج آپ کی تہجد نہ رہ جائے، فرمایا کہ تیرے سے خیر خواہی کی توقع مجھے نہیں ہے، اس میں بھی تیری مکاری کی کوئی بات چھپی ہوئی ہے جس کو تو ظاہر نہیں کر رہا، اس کو جب چھوٹنے کی کوئی سبیل اور راستہ نظر نہ آیا تو کہا ہاں میں بتا تا ہوں کہ اس کی کیا وجہ تھی، میں نے تو آپ کو وسوسہ ڈال کر ایک دن تہجد کی دو چار رکعتیں آپ سے چھڑا دیں، میں اس پر بڑا خوش تھا کہ میں نے آپ کا نقصان کیا، مجھے اپنے مشن میں کامیابی ہوئی، لیکن دن کے وقت اس کی بجائے آپ نے بچاس نفلی نمازیں پڑھ لیں، اس کی مجھے بڑی تکلیف ہوئی، تہجد رہ جائے، آپ اس کی تلافی نہ کرتے تو ٹھیک تھا، لیکن دن کے وقت آپ نے اس کی تلافی کیلئے جو پچاس رکعتیں پڑھ دیں تو میں نے آج آپ کو اس لیے بیدار کیا کہ آپ کل بھی کہیں پچاس ساٹھ رکعتیں نہ پڑھ لیں، یہ دو چار ہی کافی ہیں۔

شیطان نیکی میں اس طرح بھی بریک لگانے کی کوشش کرتا ہے کہ کوئی نیک کام کر رہا ہے تو کم سے کم کرے، زیادہ نہ کر سکے، حضرت امیر معاویہؓ نے اسے دھکا دے کر چھوڑا کہ چل ملعون! بھاگ جا ادھر سے، دفع ہو جا، تجھ سے خیر خواہی کی کوئی توقع نہیں ہے، فرمایا یہ کوئی نیکی کا کام بھی کہے تو اس کے کہنے پر مت کرو، بلکہ اپنا دماغ، اپنا دل، اپنا ضمیر، اپنے خدا، رسول اور شریعت کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو، شیطان کا حکم ماننا تو شرک کرنا ہے، وہ نیکی کا کام بھی تب ہی کہے گا جب اس میں اس کا کوئی نہ کوئی مکر چھپا ہوا ہوگا، اس پر انسان مطلع نہیں ہوتا، وہ تو بڑے آدمی تھے، انہوں نے اس کو پکڑ کر ساری وضاحت کرالی، ہم ایسا نہیں کر سکتے، الغرض! انسان کا بڑا دشمن شیطان ہے، اس سے بچنے کی کوشش کریں، یہ انسان کو نیکی کے راستے سے روکتا ہے یا کم سے کم نیکی کرنے کیلئے وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔

آج دنیا میں یہی کچھ ہو رہا ہے، اللہ نے فرمایا کہ جنوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی شیطان ہیں، مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۔جن تو ہمیں نظر نہیں آتے، انسان نظر آتے ہیں، مثلاً دو دوست ہیں، ایک نمازی اور دوسرا بے نمازی، جب نمازی نماز پڑھنے کیلئے جاتا ہے تو اس کا دوست کہتا ہے یار ٹھہر جا ابھی بڑا ٹائم پڑا ہے، جو صحیح ہوتا ہے، جس پر فرشتہ اثر انداز ہوتا ہے، وہ تو اس کی بات کو نہیں مانتا، آ کر جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، لیکن جس پر شیطان کی وسوسہ اندازی اور اثر انداز ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے چلو ٹھیک ہے، بعد میں پڑھ لوں گا، نتیجۃً وہ جماعت سے بھی گیا، مسجد سے بھی گیا اور اس کی نماز قضا بھی ہوگئی، اس پر شیطان بہت خوش ہوتا ہے، یہ میں نے ایک مثال دی

ہے، اس پر مزید مثالیں دوں تو ٹائم زیادہ ہو جائے گا۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو شیطان کے وسوسوں سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے، جو حضرات بیمار ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے، اور جو وفات پا چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سب کی بخشش ومغفرت فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو دین حق کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے، اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

(تاریخ خطبہ جمعۃ المبارک: ۱۱، نومبر ۲۰۱۶ء)

> ''امارتِ اسلامی افغانستان کو اِدھر اُدھر کے مشوروں اور فارمولوں کی یلغار کی بجائے اپنے ایجنڈے پر سکون سے عمل کے مواقع درکار ہیں اور ان کی خیرخواہی یہی ہے کہ انہیں آزادی کے ساتھ کام کا موقع دے کر نتائج کا انتظار کیا جائے کیونکہ عمل سے پہلے نتیجے کا مطالبہ انصاف کی بات نہیں ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

محمد واجد معاویہ ہزاروی
متعلم جامعہ نصرۃ العلوم

تعلق مع الکفار کے دائرے

انسانی معاشرتی زندگی کا تسلسل باہمی تعلقات و روابط سمیت میل جول اور رشتہ داریوں کے مدار میں گھومتا ہے اور کسی ایک ملک یا علاقے میں مختلف مذاہب و ادیان کے پیرو لوگ رہتے ہیں جو اپنے انسانی تقاضوں کی تکمیل باہمی تعلقات و روابط کے ذریعے سے کرتے ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں یہ سوال ذھن میں ابھرتا ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کے کیا طریقے ہوں گے؟ جبکہ ان کا دین وملت اور احکامات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانوی اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''بیان القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے مرکزی چار دائرے ہیں۔

(۱) موالاۃ

موالات کے معنی دلی دوستی کے آتے ہیں، اور کفار کے ساتھ مولات کی ممانعت پر قرآن حکیم میں نمایاں اعلان ہے ''لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔''

ایمان والے اپنے مؤمن بھائیوں سے کے علاوہ کافروں کو دلی دوست نہ بنائیں۔

اس کی دو شکلیں رونما ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کو چھوڑ کر کافروں کو جگری دوست بنالے۔ جس پر مذکورہ آیت کریمہ صراحتاً ممانعت کا اعلان کرتی ہے۔ دوسری شکل یہ کہ مسلمانوں سے بھی دوستی رکھے لیکن کافروں کا بھی دل دادہ ہو۔ اسی آیت سے اس کی ممانعت کا بھی اشارہ طلوع ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد باری ہے "يٰٓاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ" اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت کی پیغام

رسانی کرو۔اس آیت میں بھی ان دونوں راستوں کا سدِ باب کیا گیا ہے۔

موالات کی ذیلی چار صورتیں بنتی ہیں۔

۱۔ کافروں کو دوست بنا کر اُن کے کفر کو اختیار کر لینا۔

۲۔ کافروں کی ان کے کفر کی وجہ سے تعظیم کرنا۔

۳۔ کافروں کی اُن کے کفر کی تبلیغ و اشاعت میں مدد کرنا۔

۴۔ اپنے آپ کو کفار کے مشابہ بنانا۔

تعلق مع الکفار کے طرق میں سے موالاۃ بشمول اپنے ان چاروں صورتوں کے مذکورہ قرآنی نصوص کی روشنی میں حربی اور غیر حربی تمام کفار کے ساتھ حرام ہے۔

(۲) مواساۃ

یعنی نفع رسانی و احسان کرنا، جس کی طرف قرآنِ حکیم نے اِن الفاظ کے ساتھ توجہ دلائی'' لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُم مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ'' اللہ تعالیٰ تمہیں اُن لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے اور اُن کے درمیان انصاف قائم کرنے سے منع نہیں فرماتا جو تم سے قتال نہیں کرتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے۔

اس ارشاد ربّانی سے معلوم ہوتا ہے کہ مواساۃ حربی کافر کے علاوہ باقی سب کے ساتھ جائز ہے، اور دارالاسلام میں مسلمانوں کی طرح ذمی بھی پورے پورے انصاف کا حق رکھتا ہے، اور بحیثیت انسانی تقاضوں کے دارالاسلام میں ذمیوں کی امداد و اعانت کی بھی اجازت ہے، اسی کی طرف اشارہ مذکورہ آیت میں ''ان تبرّ وا'' سے ہے۔اسی بنیاد پر حضرت عمر نے اپنے دورِ خلافت میں غیر مسلم محتاج ذمیوں کے لیے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر فرمایا تھا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پڑوس پر ایک غیر مسلم نوجوان رہتا تھا جو روزانہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر شراب پیتا اور یہ آواز لگاتا کہ ''میں آدمی بڑا کام کا تھا لیکن زمانے نے میری قدر نہیں کی'' کچھ دن اس نوجوان کی آوازیں آنا بند ہو گئیں، امام صاحب نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ جیل میں ہے، انہوں نے جا کر نوجوان کی ضمانت کروائی اور اسے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ ''تو آدمی بڑے کام کا

تھا، زمانے نے تیری قدر نہیں کی تھی لیکن میں نے تیری قدر کی ہے'' وہ اس احسان سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً قبولیتِ اسلام کے شرف سے مشرف ہو گیا۔

(۳) مداراۃ

یعنی خوش اخلاقی سے پیش آنا، مداراۃ کی بھی ضمناً تین صورتیں بنتی ہیں۔

۱۔ توقع ہدایت:

چونکہ خوش اخلاقی مسلمان کے لیے تبلیغِ اسلام کا اہم ہتھیار ہے، اور ایک مسلمان اس قصد و ارادے سے غیر مسلموں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے کہ شاید میری خوش اخلاقی کے برتاؤ سے اسلام کی حقانیت ان کے دلوں میں گھر کر جائے، اور انہیں ہدایت و اسلام کی دولت نصیب ہو جائے۔

۲۔ دفع مضرت:

جہاں کفار کو اقتدار حاصل ہو یا کسی علاقے میں لوگوں کے ہاں کفار کو برتری حاصل ہو تو ایسے حالات میں وہاں کا مسلمان باشندہ دفع مضرت کے لیے بھی ان سے خوش معاملگی اختیار کرتا ہے، جس کو قرآنِ حکیم نے ان الفاظ سے تعبیر کیا ''اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ''، مگر یہ کہ تم اُن سے اچھی طرح بچنا چاہو۔

۳۔ اکرام الضیف:

اگر کوئی کافر مہمان بن کر مسلمان کے پاس آجائے تو اس کی مہمان نوازی کی صورت میں اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔ جیسا کہ بنو ثقیف کا وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا اور مہمان نوازی فرمائی۔

قرآن حکیم و حدیث کی رو سے تعلق مع الکفار میں مداراۃ کا دائرہ بشمول اپنے تینوں اقسام کے حربی کافر کے علاوہ باقی سب سے جائز ہے۔

لیکن حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کافر کی مہمان نوازی اپنے ذاتی منفعت و مصلحت یا مال و جاہ کی غرض سے کرے یا اس کو مسلمانوں پر فوقیت دے کر اس کی مہمان نوازی کرے تو یہ "اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ" کا مصداق ہے، یا اس کے اس فعل سے دینی معاملات میں ضرر ہوتا ہو یہ شکل بھی موالاۃ میں چلی جاتی ہے لہٰذا تب یہ بھی حرام ہوگی۔

(۴) معاملات

یعنی لین دین، خرید وفروخت اور کاروباری سلسلہ یہ صورت بھی حربی کافر کے علاوہ باقی سب کے ساتھ جائز ہے۔حربی کے ساتھ معاملات کے عدمِ جواز کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آمدنی اسلام و مسلمین کے خلاف استعمال کریں گے، لہٰذا اس صورت میں ان کے کفر میں ان کی مدد کرنا لازم آتا ہے جو کہ حرام ہے۔

یہاں پر ایک اور اہم سوال ذھن میں انگڑائی لیتا ہے کہ پھر قادیانیت سے بائیکاٹ کی دعوت وفتوے کیوں دیے جاتے ہیں..؟

اس کے مسکت جوب میں ''دارالعلوم کراچی'' کے فتوے کو اہم کردار حاصل ہے کہ قادیانیت کے ساتھ موالاۃ تو مذکورہ بالانص قرآنیہ کی روشنی میں ہی حرام ٹھہرا، اور معاملات میں بائیکاٹ کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے حاصل کی ہوئی آمدنی اپنے مذہب کی تبلیغ پر صرف کرتے ہیں جس کی بنا پر ان سے معاملات کرنا ان کے کفر کی تبلیغ میں مدد کرنے کے مترادف ہے جو کہ موالاۃ کے زمرے میں آتا ہے اور حرام ہے۔اور مساوات و مدارات کی صورت میں بائیکاٹ اس لیے ضروری ہے کہ اگر ان کے ساتھ نفع رسانی یا خوش اخلاقی کا برتاؤ کیا جائے تو تب بھی ان کے کفر میں ان کی مدد کرنا لازم آتا ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور کفر کو چھپاتے ہیں۔

البتہ اگر قادیانی اپنے آپ کو مسلمان نہ کہیں بلکہ اپنی حیثیت احمدی یا مرزائی ہونے کی تسلیم کرلیں تو تب دیگر ذمیوں کی طرح موالاۃ کے علاوہ باقی تینوں تعلق کے دائرے ان سے بھی جائز ہوں گے۔

> ''ہر قوم اور طبقہ میں اعتدال پسند لوگ بھی ہوتے ہیں اور شدت پسند بھی۔اگر اعتدال و توازن کی قوتیں اپنا کردار ادا کرتی رہیں اور پیش آمدہ مسائل و مشکلات کو مطلوبہ توجہ ملتی رہے تو صورتحال قابو میں رہتی ہے، ورنہ شدت پسندوں کو آگے آنے کا موقع ملتا ہے جس سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

[مراسلات] مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

[مرتب] مولانا محمد فیاض خان سواتی

مراسلاتِ مفسرِ قرآنؒ

(باب چہارم)

اصاغرین سے مراسلت

[قسط۔۳۴]

شیخ عبدالرحمٰن اسیرؒ سے مراسلت

''شیخ عبدالرحمٰن اسیرؒ حضرت والد ماجدؒ کے ابتدائی دور کے بے تکلف ساتھیوں میں سے تھے، پہلے محلّہ گورونانک پورہ میں رہتے تھے، پھر لاہور قیام پذیر ہو گئے تھے، اس خط میں انہوں نے ایک تاریخی حوالہ کا انکشاف بھی فرمایا ہے، جو تاریخی ریکارڈ کا ایک اہم حصہ ہے کہ جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ابتداءً محلّہ گورونانک پورہ میں واقع تھا، پھر انہوں نے انجمن مہاجرین جس کے وہ سربراہ بھی تھے، اس کے تحت اس کا نام محلّہ فاروق گنج میں تبدیل کرانے کی درخواست دی تھی، جو منظور ہو گئی تھی، اور اب محلّہ گورونانک پورہ علیحدہ ہے اور محلّہ فاروق گنج علیحدہ ہے۔ اللہ کریم ان کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، آمین۔ (فیاض)

مکتوب شیخ عبدالرحمٰن سیدؒ بنام مفسر قرآنؒ

''عزیز، عزت مآب مفتی حاجی صوفی عبدالحمید صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم!

آپ کا بھیجا ہوا تحفہ یعنی خط کے جواب کامل گیا ہے، آپ کا بہت بہت شکریہ قبول ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

آپ کی خیریت کے بعد میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ آپ کا کیا حال احوال ہے، بڑھاپا کیسا گزر رہا ہے، جوانی آپ نے اسی جگہ جہاں آج بڑی جامع مسجد (نور) اور اللہ کے فضل وکرم سے ایک طویل مدرسہ (نصرۃ العلوم) ہے، گندگی پر اللہ نے پردہ ڈال کر ایک خوشبودار شجر کر دیا، جہاں سے لامکان تک خوشبو ہی خوشبو ہے، یہ صرف آپ کی ذات مبارک ہے، جن پر تمام بھروسہ رکھتے ہیں اور مٹھی بھری ہوتی ہی رہے، آمین۔

بھائی کتابیں مل گئی ہیں، جو میں عبد الحق بھائی کو دے گیا تھا، اس کا جواب نہیں دیا، خط کا جواب تو بھرپور طریقہ سے آیا ہے۔

نوٹ! ایک شعر بڑھاپے کا یاد آ گیا ہے، جو لکھ رہا ہوں۔

چندا تجھے قسم ہو ہمت نہ ہارنا
جتنا بھی لمبا سفر ہو ہنس ہنس کر گزارنا

یہ تاریخ کا ایک حصہ ہے، آج میں شکرانے کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ ہم نے فاروق گنج کا نام زیر قیادت انجمن مہاجرین کے ۸/۳/۴۹ کو تجویز کر کے ڈاکخانے والوں کو ریزولیوشن کے ذریعہ آگاہ کیا تھا، سو آج میں خود آپ کو فاروق گنج کے پتہ پر لکھ رہا ہوں، مجھے فخر ہے، گو نام لیوا کوئی نہیں مگر تاریخ گواہ رہتی ہے، ریکارڈ میرے پاس موجود ہے، جو میں نے چند الفاظ لکھے ہیں، اسے دیکھ کر لکھے ہیں، یہ ایک یادداشت چیز ہے۔

آپ کا
شیخ عبد الرحمٰن اسیر
۱۴۴ نمبر نزد ڈاکخانہ شادباغ لاہور
۴/۹/۸۶ء''

مولانا عبد الواحد حنفی چکوالیؒ سے مراسلت

''مولانا عبد الوحید حنفیؒ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوالیؒ کے خادم خاص تھے، ان کے ادارہ کے دفتر کے ایک طویل عرصہ ناظم رہے، ان کے ایک مکتوب کے جواب میں والد ماجدؒ نے خط انہیں لکھا تھا، وہ جامعہ

نصرۃ العلوم میں تشریف بھی لائے تھے۔''(فیاض)

مکتوب مفسر قرآنؒ بنام مولانا عبدالوحید حنفیؒ

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

۱۶، ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

مکرمی جناب سلام مسنون اسلام کے بعد

آپ کا مکتوب ملا، یاد فرمائی کا شکریہ

اہل سنت والجماعت کا لقب اہل حق کیلئے پہلی صدی میں ہی استعمال ہونا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ علم عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی کے ص ۵ وص ۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جب معتزلہ فرقہ کا پیشرو واصل بن عطاء، حضرت حسن بصریؒ کی مجلس سے الگ ہو گیا تو اہل حق اہل سنت والجماعۃ کے لقب سے موسوم ہوئے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ماننے والے اور اس طریق پر چلنے والے جس پر جماعت سلف چلتی رہی ہے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسلام

احقر عبدالحمید

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ''

مولانا محمد عبداللہ عباسیؒ سے مراسلت

''حضرت مولانا محمد عبداللہ عباسیؒ جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم فضلاء اور حضرت والد ماجدؒ کے قدیم تلامذہ اور محبین میں سے تھے، اور ''باجی'' کے لقب سے معروف، بلال پور ضلع گوجرانوالہ میں امامت وخطابت فرماتے رہے اور ۲۳، رمضان ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۲ جولائی ۲۰۱۴ء میں وہیں انتقال فرمایا اور وہیں دفن کیے گئے۔''فیاض)

مکتوب مولانا محمد عبداللہ عباسیؒ بنام مفسر قرآنؒ

''۸۶ء

منجانب عبداللہ

۷ فروری ۱۹۶۵ء

محترم جناب بزرگوار حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مؤدبانہ التماس ہے کہ بندہ بفضلہٖ تعالیٰ فی الحال خیریت سے ہے اور جناب کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہوں، باقی بندہ غالباً اگست میں جناب کی زیارت سے مشرف ہوا تھا تو جناب داخلے کے متعلق کچھ عرض کیا تھا، امید ہے کہ جناب کو اچھی طرح یاد ہوگا۔

اس لیے بندہ نے تقریباً ۱۴ فروری کو داخلے کیلئے حاضر خدمت ہونا ہے، ہوسکتا ہے کہ میرے ساتھ ایک دو اور بھی ساتھی ہوں، باقی میرے جناب والد صاحب کچھ کمزور ہیں، ان کی صحت کیلئے دعا فرماتے رہیں، باقی جناب کو سلام عرض کرتے ہیں۔

باقی تمام بھائی جناب کو سلام عرض اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

میرے لیے خصوصی طور پر دعا فرماتے رہیں اور کوئی خاص بات نہ تھی جو تحریر کرتا۔ اگر وقت نکل سکے تو ایک دفعہ مری ضرور تشریف لے آئیں بڑی مہربانی ہوگی۔

اگر مناسب سمجھیں تو جواب سے مطلع فرمائیں۔

عین نوازش ہوگی۔

۶۵۔۷۔۲

فقط والسلام

محمد عبداللہ

مکان نمبر ۶۵۔ اپر بازار مری
ضلع راولپنڈی''

حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ سے مراسلت

''حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم فضلاء اور حضرت والد ماجدؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے، ایک طویل عرصہ جامعہ میں صدر مفتی اور مدرس رہے، ۲۴ صفر ۱۴۳۸ھ بمطابق ۲۵ نومبر ۲۰۱۶ء کو آپ کی وفات ہوئی اور اپنے آبائی گاؤں ضلع ڈیرہ غازی خان میں سپرد خاک ہوئے۔'' (فیاض)

مکتوب اول مفسر قرآنؒ بنام حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ

''باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ/ ۱۰، اکتوبر ۱۹۷۰ء

مکرمی جناب مولانا حافظ محمد عیسیٰ صاحب دام مجدکم

سلام مسنون اسلام کے بعد!

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے، بندہ کی طبیعت اکثر ناساز رہتی ہے، دعا فرمایا کریں۔

یہ مکتوب آپ کی خدمت میں ایک مشورہ کے سلسلہ میں روانہ کیا جا رہا ہے، ہمارے مدرسہ کے مفتی صاحب کو بعض وجوہات کی بنا پر مدرسہ سے الگ کر دیا گیا ہے، فتوی نویسی کیلئے معقول آدمی کی ضرورت ہے جس کا تقرر ماہ شوال ۱۳۹۰ھ سے ہوگا، میرے زیر نگاہ جو جو ساتھی ہیں ان میں آپ کا بھی نام ہے، بلکہ سب سے زیادہ مقدم میں آپ کو ہی خیال کرتا ہوں، اگر یہ ذمہ داری آپ قبول کر لیں تو پھر مطلع فرمائیں، کام مشکل بھی ہے اور اہم بھی لیکن آپ جیسے مستعد آدمی کیلئے جو کچھ تھوڑا بہت تحریر سے بھی مناسبت رکھتا ہو اور مطالعہ کا ذوق بھی رکھتا ہو زیادہ مشکل نہیں، پھر یہ بھی ہے کہ ابتداء میں اگر کچھ دشواری ہوگی تو ان شاء اللہ استاذ صاحب کی رہنمائی میں وہ بھی حل ہو جائے گی، مقصودی غرض تو افتاء ہے، اور پھر اس سے جو وقت زائد ہو ساتھ تدریس کا کام بھی ہے، جتنا سہولت سے ہو سکے، جیسا کہ سابق مفتی صاحب کرتے تھے، نیز آپ کو علمی ترقی اور مطالعہ وغیرہ کا بھی موقع میسر ہو جائے گا، ماحول ان

شاءاللہ اچھا ہے، آپ کی طبیعت بھی ہمارے ساتھ مانوس ہے، بہرحال میں آپ کے وہاں کے کام سے واقف نہیں ہوں تا کہ کچھ خیال ظاہر کرسکوں کہ اس کا متبادل انتظام کس طرح کیا جاسکتا ہے، یہ تفصیل تو آپ خود ہی بتا سکتے ہیں، ابتدا میں وظیفہ ۱۷۵ سے زیادہ نہیں ہوگا، البتہ مدرسہ کے لنگر کا کھانا اگر کھائیں گے تو وہ سہولت بھی رہے گی، بہرحال اپنے حالات اور رائے سے غور وفکر کے بعد جلد مطلع فرمائیں، جب تک آپ کا جواب نہ آئے گا میں کسی اور طرف خط وکتابت نہیں کروں گا، استاذ صاحب بخیر ہیں، آج کل ہنگامہ خیز حالات ہیں، اللہ خیر کرے۔

والسلام

احقر عبدالحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ"

مکتوب ثانی مفسر قرآنؒ بنام حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان گورمانیؒ

"باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

۶، رمضان ۱۳۹۰ھ/ ۷نومبر ۱۹۷۰ء

مکرمی جناب مولانا حافظ محمد عیسیٰ صاحب گورمانی دام مجدکم

سلام مسنون اسلام کے بعد!

جناب کا یکم رمضان کا لکھا ہوا مکتوب ۵ رمضان کو ملا، یاد فرمائی کا شکریہ۔

آپ کا یہ فیصلہ کہ آپ مدرسہ نصرۃ العلوم کی رفاقت اختیار کرنے کے ارادہ سے مدرسہ محمدیہ سے فارغ ہو چکے ہیں یقیناً ہمارے لیے باعث مسرت ہوگا، لیکن مکان کے سلسلہ میں جناب نے جو تحریر فرمایا ہے، وہ مشکل بدستور لاینحل ہے، اس لئے کہ آپ کو معلوم ہے کہ گوجرانوالہ کی آبادی پاکستان میں کراچی سے دوم نمبر پر گنجان ہے اور مکانات کی بڑی قلت اور شدید گرانی ہے، اگر کہیں مکان دستیاب بھی ہوا تو کرایہ سو سے کم نہیں ہوتا، جو ناقابل برداشت ہوتا ہے اس لیے یہاں آنے کے بعد ہی آپ کو اپنی سعی اور جدوجہد کے نتیجہ میں ہی معلوم ہوسکے گا کہ مکان مل سکتا ہے یا نہیں، اس لئے ابتداءً مشورۃً عرض ہے کہ بال بچوں کو وہاں ہی آبائی وطن میں رکھیں، اگر مناسب مکان مل گیا تو پھر ان کو ساتھ رکھنے کی کوشش کریں۔

دیگر عرض ہے کہ قومی اور صوبائی الیکشن تک اگر آپ کا وہاں رہنا ضروری اور مفید ہو تو یہ مرحلہ بھی گزار کر تشریف لائے، اگر آپ کے پہلے آنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو ضرور اس وقت تک رک جائیں۔

امید ہے کہ آپ اپنی خیر و عافیت و دیگر کوائف سے اس اثناء میں اطلاع دیتے رہیں گے۔

رمضان المبارک میں اپنی نیک دعاؤں میں خیال فرمائیں۔

والسلام

احقر عبدالحمید سواتی

خادم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ''

جناب ابوالکلام خواجہ صاحب ملتانی سے مراسلت

مکتوب جناب ابوالکلام خواجہ صاحب بنام مفسر قرآنؒ

''مورخہ: ۱/۱/ ۸۷

محترمی و مکرمی جناب حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب دامت برکاتکم العالیہ

السلام علیکم!

گزشتہ ماہ آپ کی طرف سے ''نماز مسنون'' کا ہدیہ موصول ہوا، نماز کے بارے میں جامع و مانع کتاب جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت محتاج بیان نہیں، عنایت فرمانے پر ممنون ہوں، خداوند قدوس اس کتاب کو جو دائرہ معارفِ نماز کی حیثیت رکھتی ہے، قبولیت سے سرفراز فرماویں اور مجھ جیسے عامی و خاطی کو اس سے علمی استفادے اور عملی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

دعاؤں کا محتاج

ابوالکلام خواجہ

معرفت

خواجہ پیپر مارٹ چوک بازار ملتان''

حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی سے مراسلت

''حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی جامعہ نصرۃ العلوم کے قدیم متعلم اور حضرت والد ماجدؒ کے چہیتے شاگردوں میں سے ہیں، اس وقت جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تدریس وانتظام کے شعبہ جات میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔'' (فیاض)

مکتوب حضرت مولانا عبدالرزاق لدھیانوی بنام مفسر قرآنؒ

''باسمہ تعالیٰ وسبحانہ

بخدمت اقدس حضرت استاذی المحترم دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ اس سے قبل ایک عریضہ ارسال خدمت کر چکا تھا کہ دوسرے یوم ہمارے جامعہ کے درجہ سادسہ کے طالب علم مولوی عزیز الحق صاحب کے ہاتھ آپ کی فرستادہ کتاب، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم وافکار وصول پائی، تہ دل سے شکرگزار ہوں، اسی شام مطالعہ شروع کر دیا، ماشاءاللہ بہت ہی مفید پائی۔

حضرت والا! بندہ بھی حضرت سندھیؒ کے بارے میں کچھ مذبذب ہی تھا، الحمدللہ کہ اس کتاب کے پڑھنے سے خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کے تعارفی مضمون کو پڑھ کر بالکل ذہن صاف ہو گیا اور حضرت سندھیؒ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہو گیا، والحمدعلیٰ ذٰلک۔ اور آپ کی برکت سے میری عاقبت درست ہو گئی، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

باقی حالات بدستور ہیں۔

محتاج دعا

عبدالرزاق عفی عنہ

کراچی''

مولانا محمد ابوبکر شیخوپوری
سابق استاذ التفسیر جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ

عالمگیر پیغمبرؐ کی عالمگیر سیرت

حضور خاتم المرسلینؐ کی عالمگیر اور ہمہ جہت نبوت، زمین و زماں اور مکین و مکاں پر محیط رسالت اور قیامت تک کی انسانیت پر مسلمہ سیادت آپؐ کی خصوصیات، امتیازات اور اعزازات میں سے ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے رب کریم نے وما ارسلنك الا كافة للناس اور وما ارسلناك الا رحمة للعلمين کے محبوبانہ اور عاشقانہ انداز تخاطب سے آپ سے خطاب کیا اور خود آنحضرتؐ نے بھی ارسلت الى الخلق كافة کے جامع کلمات سے حق جل مجدہ کی اس نعمت غیر مترقبہ کا اظہار فرمایا۔ آپؐ کی نبوت کی طرح آپ کی سیرت بھی عالمی و آفاقی ہے جس نے تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے ایسے اصول فراہم کیے ہیں جو نظام عالم کی بقاء کے ضامن، انسانی و معاشرتی قدروں کا حسن اور تمام انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہیں۔ آپؐ کا بے داغ بچپن، باکردار جوانی اور حسن عمل کا حامل بڑھاپا صرف عالم اسلام ہی نہیں، تمام اقوام عالم کے لئے مشعل راہ ہے۔

یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف منصف مزاج غیر مسلم دانشوروں نے برملا اور بجا طور پر کیا ہے۔ معروف ہندو سکالر سوامی لکشمن جی نے جب تعمق نظری سے پیغمبر اسلام کی شخصیت کا مطالعہ کیا تو اس قدر متاثر ہوا کہ آپؐ کی سیرت طیبہ پر پوری کتاب لکھ ڈالی جس کا نام ''عرب کا چاند'' رکھا۔ اس کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

''جہالت اور ضلالت کے مرکز اعظم جزیرہ نمائے عرب کے کوہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور چمکا، جس نے دنیا کی حالت کو یکسر بدل دیا، گوشہ گوشہ کو نور ہدایت سے جگمگا دیا اور ذرہ ذرہ کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید بنا دیا۔ آج سے چودہ صدیاں پیشتر اسی گمراہ ملک کے شہر مکہ معظمہ کی گلیوں سے ایک انقلاب آفریں صدا اٹھی جس نے ظلم وستم کی فضاؤں میں تہلکہ مچا دیا۔ یہیں سے ہدایت کا وہ چشمہ پھوٹا جس نے اقلیم قلوب کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں سرسبز و شاداب کر دیں۔ اسی ریگستانی چمنستان میں روحانیت کا وہ پھول کھلا جس کی روح پرور مہک نے دہریت کی

دماغ سوز بو سے گھرے ہوئے انسانوں کے مشام جان کو معطر و معنبر کردیا۔اسی بے برگ و گیاہ صحرا کے تیرہ و تار افقسے ضلالت و جہالت کی سب ویچور میں صداقت وحقانیت کا وہ ماہتاب درخشاں طلوع ہوا جس نے جہالت و باطل کی تاریکیوں کو دور کرکے ذرے ذرے کو اپنی ایمان پاش روشنی سے جگمگا کر رشک طور بنا دیا۔گویا ایک دفعہ پھر خزاں کی جگہ سعادت کی بہار آ گئی۔(صفحہ ٦٥،٦٦)

آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ کی جامعیت کا عالم یہ ہے کہ جہاں ایک طرف امت کو خطاب کرکے ارشاد ہوا لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ (احزاب:۲۱)''البتہ تحقیق تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے''وہیں انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے مقدس ترین گروہ اور افضل الخلائق ہستیوں کو مخاطب فرما کر انہیں آپؐ کی اقتداء اور پیروی کا حکم دیا گیا۔چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول من ربکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (ال عمران:۸۱)''اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تمہیں کتاب اور حکمت عطاء کروں پھر تمہارے پاس ایک رسول آ جائے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے''گویا آپؐ کی ذات گرامی مقتداؤں کی مقتدا، پیشواؤں کی پیشوا اور راہنماؤں کی راہنماء ہے۔اندازہ کریں! کیا کمال ہے آنحضرت کی سیادت و امارت کا اور کیا شان ہے نمونہ کاملہ کی کہ اصحاب شریعت و کتاب، اولوالعزم اور معصوم ترین ہستیاں جس کی زیر اقتداء ہیں اور وہ اس سوالاکھ طائفہ مقدسہ کے راہبر و راہنماء ہیں۔

پیغمبر اسلامؐ کی عالمگیر اور تمام فطری تقاضوں کے عین مطابق سیرت کے بے شمار اسرار و رموز میں سے ایک راز یہ ہے کہ آپؐ نے جو دستور حیات امت کو دیا اسے محض اپنے بیان و فرمان اور وعظ و تقریر کے ذریعہ ہی ان تک نہیں پہنچایا بلکہ اس کا عملی نمونہ ان کے سامنے پیش کیا، احادیث طیبات میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔صحابہ کرامؓ کو نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی (بخاری)''نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''۔صحابہ کرامؓ بھی تفہیم دین کے سلسلہ میں نبی کریمؐ کا عملی طرز بیان اختیار فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اپنے تلامذہ کو نماز کا طریقہ بتایا تو فرمایا الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی (ترمذی، نسائی)''کیا میں تمہیں ایسے نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں جیسے رسول اللہؐ

پڑھا کرتے تھے؟ پھر آپؐ نے نماز پڑھی''۔اپنی شریکہ حیات کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دیتے ہوئے اپنی مثال بیان فرمائی خیرکم خیرکم لاھله واناخیرکم لاھلی (ترمذی)''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر (معاملہ کرنے والا) ہے اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہوں۔کھانے کا ادب بیان فرماتے ہوئے کھانے کے وقت اپنا معمول بیان فرمایا لا اکل متکأ (بخاری)''میں (متکبروں کی طرح) ٹیک لگا کر نہیں کھاتا''اس کے علاوہ بھی ذخیرہ احادیث اس نوع کے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔اس کے برعکس دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے امتیوں کے لئے کئی معاملات میں نازل شدہ وحی کی صورت میں تو راہنمائی موجود ہوتی ہے لیکن بوجوہ اپنے نبی کی عملی زندگی کا نمونہ ان کے سامنے نہیں آسکتا۔مثلاً عیسائی مذہب کے پیروکار اگر نکاح کرنا چاہیں تو اس کے طریقہ کار کو جاننے کے لئے اپنی انجیل کی طرف رجوع کریں گے،خود حضرت عیسیٰؑ کا اپنا طرز عمل معلوم کرنے سے قاصر رہیں گے،اس لئے کہ آپؑ شادی سے پہلے ہی آسمانوں پر زندہ اٹھالئے گئے تھے اور ان کی شادی زمین پر نازل ہونے کے بعد ہوگی۔

آنحضرتؐ کی تاابد اسوہ حسنہ بننے والی سیرۃ مبارکہ کے لطائف میں ایک لطیفہ یہ بھی ہے کہ آپؐ کی بچپن سے لڑکپن،لڑکپن سے بچپن،بچپن سے جوانی،جوانی سے بڑھاپا اور بڑھاپے سے موت تک غرضیکہ زندگی ایک ایک لمحہ خواہ وہ آپؐ کے بشری وطبعی امور سے متعلق ہو یا دینی وشرعی امور سے،مکمل طور پر محفوظ ہے،یہاں تک کہ بہت سے ایسے امور جن کو عام معاشرتی زندگی میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ان کی تحقیق وتفتیش میں کوئی شخص نہیں پڑتا انہیں بھی آپؐ کے مخلص جانثاروں اور بےلوث غلاموں نے اپنے احاطہ علمی میں لاکرامت تک پہنچایا۔خادم رسولؐ حضرت انسؓ آپؐ کے سر اور داڑھی مبارک کے سفید بالوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کان قبض ولیس فی راسه ولحیته عشرون شعرة بیضاء (شمائل ترمذی)''آپؐ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپؐ کے سر اور ریش مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے''۔غور فرمائیں!جس شخصیت کے سفید بالوں تک کی گنتی سے امت آشنا ہے اس کی زندگی کا کوئی گوشہ امت کی نگاہوں سے اوجھل رہ سکتا ہے۔اسی طرح آپؐ کے سرمہ اور تیل لگانے،کنگا کرنے،جوتا پہننے تبسم فرمانے،چلنے پھرنے اور اظہار مسرت وغم کے وقت آپؐ کی کیفیت جیسے احوال صحابہ کرامؓ نے نوٹ کر کے اگلی نسلوں تک منتقل کئے جو عام طور پر کسی بڑی شخصیت کے سوانح مرتب کرتے وقت ملحوظ نہیں رکھے جاتے۔

مومنہ حنیف

نوجوان نسل اور اخلاقیات کی اہمیت

معروف تاریخ دان ابن خلدون نے اپنی کتاب ''مقدمہ ابن خلدون'' میں ایک تاریخی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''دنیا میں عروج و ترقی پانے والی اقوام ہمیشہ بہترین اخلاقیات کی حامل ہوتی ہیں، جبکہ زوال پذیر اور انحطاط کی شکار اقوام کا بنیادی مسئلہ ان کے نوجوانوں میں اخلاقیات کا فقدان ہوتا ہے۔'' اس میں دو رائے نہیں کہ اچھے اخلاق، عمدہ کردار اور معتدل رویوں کے باعث قومیں عروج پاتی ہیں۔ مہذب معاشروں اور ترقی یافتہ اقوام کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی زندگی میں اخلاقیات وہ بنیادی اکائی تھی، جو ان کی ترقی کا سبب بنے۔ ان کے اطوار و عادات میں اچھے اخلاق کا عنصر رچ بس گیا تھا۔ اچھے اخلاق کی مالک اقوام و معاشرے کامیاب انسانوں کو جنم دیتے ہیں اور یہی بااخلاق نوجوان بہترین ریاست کی تشکیل کا باعث بنتے ہیں۔ باکردار، بااخلاق اور بہتر تعلیم و تربیت سے آراستہ نوجوان ہی ملک و ملت کا سرمایہ ہوتے ہیں اور ملکی ترقی میں ہراول دستے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ شاعر مشرق نے ایک مسلم نوجوان کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ محبت و اخلاقیات کا پیکر ہوتا ہے۔ اس کا ہر عمل اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں:

؎ اس کی نفرت بھی عمیق ، اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق

بااخلاق اور باکردار نوجوان ہر قوم و معاشرے کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس دنیا میں آج تک جس نوجوان کا عمدہ اخلاق و کردار رہا ہے اس نے کامیابی ہی حاصل ہے۔ اخلاق دراصل ایسی صفت و عمدہ شی ہے، جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ اخلاق ایسی بہترین عادت ہے جو دلوں کو چھو لیتی ہے۔ ہم میں سے اکثریت جب کسی دکان سے چیز لینے کا سوچتے سوچتے قدم روک لیتے ہیں، کہ نہیں نہیں رہنے دو، اس کی زبان بہت سخت اور لہجہ نازیبا ہے، تو کبھی کبھی کسی دوست کی مدد کا سوچتے سوچتے قدم کسی ایسے دوست کے گھر کی جانب موڑ لیتے

ہیں جس کی عادت میں نرمی واحترام ہو۔

سوال یہ ہے کہ اخلاق ہے کیا؟ اخلاق دراصل کسی بھی انسان کی وہ صفت حسنہ (بہتر صفت) ہے جو اسے اوروں سے افضل بنادے، یعنی اس انسان کا طرز گفتگو، اس کی چال چلن اور اس کی اچھی عادات کو ہر کوئی پسند کرے۔ دراصل یہ اچھی عادت انسان جب اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے تو والدین کی تربیت، اردگرد کے ماحول اور حالات وواقعات کے ذریعے مشتمل ایک مزاج بن جاتی ہے۔ اخلاق اچھے اور برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھی عادت ہے: سچ بولنا بری عادت ہے جھوٹ بولنا، اچھی عادت ہے انصاف کرنا بری عادت ہے ظلم کرنا، اچھی عادت ہے وعدہ پورا کرنا بری عادت ہے وعدہ توڑنا۔ یہ میں نے مثال کے طور پر عرض کیا ہے کہ عادات اچھی بھی ہوتی ہیں اور بری بھی، اچھی عادات کو اخلاق حسنہ اور بری عادات کو اخلاق رذیلہ کہتے ہیں۔

ایک انسان کی عادات صرف اُسی پر اثر انداز نہیں ہوتیں، بلکہ پوری سوسائٹی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اِس لیے کہ کوئی بھی انسان دنیا میں اکیلا زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ ایک انسان اگر دنیا میں باقی انسانوں سے کٹ کر تنہا رہنا چاہے تو یہ بات ممکن نہیں ہے۔ اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں ایک نوجوان کی پہچان اخلاق سے ہے، کیونکہ اخلاقیات سے عاری نوجوان مہذب نہیں ہوتا۔ اخلاق کسی بھی قوم کی زندگی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتی ہو۔ اخلاق دنیا کے تمام مذاہب کا مشترکہ دروازہ ہے جس پر کسی کا اختلاف نہیں۔ انسان کو جانوروں سے ممتاز کرنے والی اصل شئ اخلاق ہے۔ اچھے اور عمدہ اوصاف وہ کردار ہیں جس کی قوت اور درستی پر قوموں کے وجود، استحکام اور بقا کا انحصار ہوتا ہے۔ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ سے قوم براہ راست متاثر ہوتی ہے۔ معاشرہ اصلاح پذیر ہوتو اس سے ایک قوی، صحت منداور باصلاحیت قوم وجود میں آتی ہے اور اگر معاشرہ بگاڑ کا شکار ہوتو اس کا فساد قوم کو گھن کی طرح کھاجاتا ہے، جس معاشرہ میں اخلاق ناپید ہو وہ کبھی مہذب نہیں بن سکتا۔ اخلاقِ حسنہ کے اعتبار سے پوری نسل انسانی میں ممتاز ترین شخصیت آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کے عمدہ اخلاق نے دنیا کے ہر طبقہ، ہر مہذب کو گرویدہ بنادیا۔ آپ میں تحمل وصبر کی وہ اعلیٰ صفات تھیں جو کسی میں نہ تھیں۔ آپ کے پاس طاقت تھی، اقتدار تھا، اختیار تھا، مگر کفار کے رویوں کو برداشت کیا اور عفو درگزر کا معاملہ فرمایا۔ تاریخ میں اس کو سنہرے الفاظ سے لکھا گیا۔ آپ چاہتے تو ان ظالموں کے لیے بدعا فرمادیتے کہ وہ سب کے سب پہاڑوں میں کچل کر ختم ہوجاتے، مگر ان کی جانب سے دی گئی تکالیف کو برادشت کیا اوران کے ظالمانہ سلوک کو درگزر

کیا۔ ہمارے بزرگ اور بڑے بھی عمدہ اخلاق کا اعلیٰ نمونے تھے۔

برصغیر کی ایک بزرگ ہستی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار وہ حج سے تشریف لا رہے تھے تو ٹرین میں ان کے ساتھ ایک ہندو جنٹلمین بھی تھا۔ دوران سفر اسے جب ایک بار قضائے حاجت پیش آئی تو وہ ٹائلٹ جا کر الٹے پاؤں بادلِ ناخواستہ واپس آیا۔ بزرگ سمجھ گئے، فوراً لوٹا لے کر ٹائلٹ گئے اور اچھی طرح اسے صاف کر کر کے واپس آ گئے، پھر اس ہندو شخص سے فرمانے لگے: آپ قضائے حاجت کے لیے جانا چاہتے تھے تو جائیے! بیت الخلاء بالکل صاف ہے۔ المختصر، وہ اٹھا اور جا کر دیکھا تو ٹائلٹ بالکل صاف تھی، بہت متاثر ہوا اور قضائے حاجت کے بعد بھرپور عقیدت سے عرض کرنے لگا: یہ حضور کی بندہ نوازی ہے، جو سمجھ سے باہر ہے۔' پھر بعدازاں اس نے ان بزرگ کے اس عمل سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول کر لیا۔

یہ تو ہمارے بڑوں اور بزرگوں کا عظیم عمل تھا مگر آج اخلاقی انحطاط کا یہ عالم لمحۂ فکریہ ہونے کے ساتھ تشویش ناک بھی ہے۔ نوجوانوں اخلاقی تعلیمات سے دور ہو چکی ہے اور اپنی مصروفیات سوشل میڈیا اور منشیات میں ڈھونڈ لی ہیں۔ ان سب کا ذمہ دار اول والدین ہی ہیں جن کی بے خبری نے اس نوجوان کو اس مقام تک پہنچایا، رہی کسر میڈیا نے پوری کر دی۔ غیر مہذب ڈراموں اور فلموں میں اخلاقیات کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ اس بات پر ذرا بھر بھی تردد نہیں کہ دنیا جتنی پُرتعیش اور پُرسہولت آج کے نوجوان کو مل رہی ہے، اتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ جو سہولتیں آج ایک عام انسان کو میسر ہیں وہ پچھلے ادوار میں بادشاہوں کو بھی میسر نہیں تھیں، مگر یہ دنیا بلا قیمت دستیاب نہیں ہے۔ اس کے حصول کے لیے مال و دولت درکار ہے اور اس مال و دولت کو حاصل کرنے کے لئے انسان تمام اخلاقی اقدار کو پس پشت ڈال کر ہر نامناسب طریقے سے دولت کمانے میں لگا ہوا ہے۔ صرف گزشتہ دو دہائیوں قبل ہی کا ماحول دیکھیں تو ہمارے نوجوان، اپنے استاتذہ والدین اور بزرگوں کا غیر معمولی ادب واحترام کرتے تھے، مگر اکیسویں صدی کے آغاز کے بعد سے اب پہلے بیس سالوں تک مسلسل نوجوان نسل اخلاقیات سے عاری ہوتی جا رہی، جبکہ سوشل میڈیا وغیرہ کے استعمال کے بعد تو اب وہ ادب وآداب اور اخلاقیات کو زندگی کا حصہ ہی نہیں سمجھتے۔ یہ نہ صرف قابل افسوس ہے، بلکہ اس میں اساتذہ اور والدین کے لیے سوچنے کا پہلو بھی ہے کہ وہ کس طرح نسلِ نو کو راہ راست پر لائیں گے اور بداخلاقی کے اس سیلاب کے آگے کیسے بند باندھیں گے۔

اے نوجوانانِ ملت! اگر آج بھی ہم اخلاقیات سے وابستہ ہو کر اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو جائیں اور بزرگوں کی

شان دار اخلاقی روایات پر چلیں تو ہم اپنی نسلِ نو کو اخلاقی پستی سے بچا سکتے ہیں۔ اگر آج نوجوان اپنے اخلاق کو سنوارنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو یقیناً ہمارا بگڑا ہوا معاشرہ اصلاح کی راہ پر گامزن ہو جائے اور گھر، خاندان و معاشرہ چین وسکون اور امن وامان کا گہوارہ بن جائے۔ کسی شاعر نے ہماری اخلاقی بے بسی کا رونا روتے ہوئے کہا کہ ؎

؎ اخلاق سے خالی لوگ یہاں
لفظوں کے تیر چلاتے ہیں

''مغرب اپنے ذہن سے وحی اور پیغمبر کو اتار چکا ہے اور اس کی وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ مغرب کے پاس نہ وحی اصل حالت میں موجود ہے اور نہ ہی پیغمبروں کے حالات وتعلیمات کا کوئی مستند ذخیرہ اسے میسر ہے۔ البتہ مسلمانوں سے مغرب کی یہ توقع ایک سراب کے پیچھے بھاگنے کے سوا کوئی معنویت نہیں رکھتی۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی

جہیز اور ہمارا معاشرہ

آہ! حسن ڈھل گیا جوانی گزر گئی
بیٹی غریب باپ کی بے موت مر گئی

مذہب اسلام ایک آفاقی دین ہے جس نے رہتی دنیا تک کہ ہر شخص کے لیے زندگی کا ایک مکمل لائحہ عمل دیا ہے، اور دنیا میں بسنے والے جاندار کے حقوق متعین کیے ہیں، مرد وعورت کے حقوق کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، اسلام وہ مذہب ہے جس نے عورت کو اس کے تمام تر حقوق کے ساتھ باعزت زندگی گذارنے کا حق دیا ہے، اسلام کے ابتدائی زمانہ جب کہ روم، یونان کو تہذیب وتمدن کا منبع تصور کیا جاتا تھا، سامانِ تجارت کے مانند عورتیں فروخت کی جاتی تھیں، مذہب اسلام نے ان تمام جاہلانہ رسوم ورواج کو ختم کر کے عورتوں کے لئے معاشرے میں ایک باعزت مقام عطا کیا، اور انہیں وراثت کا حقدار قرار دے کر قرآن شریف میں اس کی مکمل وضاحت کر دی، غیر مسلموں میں آج بھی عورتوں کو وراثت کا حقدار نہیں سمجھا جاتا ہے، اسی بات کے پیشِ نظر باپ اپنی بیٹی کی شادی میں اپنی استطاعت کے بقدر اس کی ضروریات زندگی کے سامان تیار کر کے جہیز کی شکل میں دے دیتا ہے، یہاں تک کہ یہ جہیز والی شکل ہر شادی کے لئے جز ولاینفک کی صورت اختیار کر گئی، خربوزہ خربوزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، برصغیر میں ہندو مسلم کے باہمی اختلاط کی بنا پر جہیز کی وبا مسلمانوں میں بھی سرایت کر گئی، خدا کے متعین کردہ حقوق کو بھلا کر مسلمان جہیز کی لعنت میں گرفتار ہو گئے، جہیز کے نام پر مسلم دوشیزاؤں کا استحصال کیا جانے لگا، نیک سیرت صنف نازک کی ایک بڑی تعداد ہر دن جہیز کے نام پر بھینٹ چڑھتی ہے، متاع تعیش کے عشاقوں نے نہ جانے کتنی مسلم بہنوں کو آگ کی نذر کیا ہے، اخبار کی سرخیاں جہیز کی لعنت میں گرفتار ہوئی لڑکیوں کے خون سے ہر دن رنگی ہوئی ہوتی ہیں۔

دورِ حاضر میں جہیز مسلم معاشرہ کے لئے وہ ناسور بن چکا ہے جس کی گرفت سے خلاصی ممکن نظر نہیں آتی، بلکہ یوں کہا جائے کہ معاشرے کا ایک بڑا طبقہ اسے اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہے، اور اس لعنت سے خود کو آزاد نہیں کرانا چاہتا، جس طرح عید الاضحیٰ کے ایام میں بیل بچھڑوں کی قیمتیں لگائی جاتی ہیں، بعینہ یہی صورت شادی کے وقت لڑکے کی ہوتی ہے، کئی کئی جگہ دعوت اڑا کر اور بنت حوا کی تذلیل کر کے محض سامانِ آرائش وزیبائش کے مکمل نہ ہونے کی بنا پر یا کچھ کم ہونے کی بنا پر (Reject) کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے، فلاں لڑکا سول انجینئر ہے اس لئے اس کی قیمت دو لاکھ روپے اور ایک موٹر سائیکل ہے، فلاں صاحب ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں انکی قیمت دس لاکھ روپے اور چار پہیے والی گاڑی ہے، فلاں صاحب گلف میں رہتے ہیں ان کی قیمت پانچ لاکھ روپے اور چار پہیے گاڑی کے ساتھ تمام عیش وآرائش کا سامان ہے۔ اسلام نے نکاح کو جس قدر آسان بنایا تھا مادیت اور دولت کے معبود کا درجہ دینے والوں نے اسے اتنا ہی مشکل بنا دیا ہے

اقبال کے شاہین جو کبھی پہاڑوں، ریگستانوں اور جنگل و بیابان میں شب وروز بسر کر کے دین حنیف کی حفاظت کرتے تھے آج کاسہ گدائی لے کر بنت حوا کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر دین مستقیم کے قلع کو مسمار کرنے کی زد پر ہے، جس مقدس رشتہ کے ذریعے ایک صالح معاشرہ کا قیام ممکن ہے اس کی ابتدا احکام اسلام کو یکسر پس پشت ڈال کر کی جاتی ہے۔

حد تو یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب دل اس بری رسم کے خلاف کمر بستہ ہوتے ہیں اور اپنے اعزہ واقارب کی شادی میں طریقہ نبوی اختیار کرتے ہیں تو مادیت کے پرستاروں اور دین اسلام کی دھجیاں اڑانے والے الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں، فلاں لڑکے میں یہ عیب تھا اس لیے کچھ نہیں لیا، فلاں صاحب بھی معیوب تھے اس لیے مطالبہ نہیں کیا۔

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے زیادہ آسانی ہو۔ دین اسلام نے نکاح کو بہت ہی آسان بنایا ہے صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی زندگی کے بے شمار واقعات موجود ہیں، کس طرح سادگی سے نکاح کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابی اور مدینہ کے مالدار تاجر حضرت

عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نکاح ہوا تو مدینے کی گلیوں میں قمقمے نہیں جلائے گئے، ڈھول باجوں کی آواز پر تھر کے نہیں گئے بلکہ خود آقا مدنی ؐ کو بروقت خبر بھی نہ دے سکے۔

جب مسلمان شریعت مطہرہ پر قائم تھے اور نکاح طریقہ نبوی پر ہو رہا تھا زنا کی لعنت ناپید تھی، روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں میں سب سے زیادہ پاکباز معاشرہ مسلم معاشرہ تھا، مگر افسوس کہ جب سے جہیز کی لعنت معاشرہ میں سمائی ہے اور نکاح دنیا کا سب سے مشکل ترین امر بن گیا ہے زنا کی وبا عام ہوگئی ہے، غربت وافلاس کی زنجیروں میں قید ایک باپ جب بروقت اپنی جوان بیٹی کو نکاح کے مقدس رشتے میں باندھنے سے عاجز ہوجاتا ہے تو یہ ظالم معاشرہ طرح طرح کی الزام تراشیاں شروع کر دیتا ہے، کبھی لڑکی کو منحوس قرار دیا جاتا ہے تو کبھی اس پر شناسا کے ساتھ ملنے کا بہتان لگایا جاتا ہے نتیجتاً حوا کی پاکباز بیٹی کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور وہ گناہوں کے دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے، آج مسلم نوجوان کی بڑی تعداد جنسی بے راہ روی کی شکار ہوگئی ہے، طرح طرح کی برائیاں سماج میں جنم لے رہی ہیں بروقت نکاح کے مقدس رشتے سے نہ بندھنے کی وجہ سے بچوں اور بچیوں کا گھر سے فرار ہوکر شادی کرنے کی رسم عروج پر ہے اور روزمرہ کا معمول بن چکی ہے۔

وہ مسلم قوم جس کے شب وروز کا ایک ایک عمل جس کی زبان کا ایک ایک قول اور جس کی زندگی کا ایک ایک معمول سنت رسولؐ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا معاملات سے لے کر عبادات تک اور اخلاق وعادات سے لے کر معاشرت تک ہر ہر شعبہ میں جن کی زندگی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نمونہ تھی اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، سوتے جاگتے اس طرح کے تمام طبعی امور میں بھی سنتوں کا نہ صرف خیال رکھتے تھے بلکہ پابندی کے ساتھ ان پر عمل پیرا تھے۔

آج جاہلانہ رسم ورواج کے گرویدہ بن چکے ہیں سسٹم اور کسٹم کے نام پر سنت نبوی کو یکسر فراموش کر چکے ہیں، جہیز جیسے ناسور کو اپنی زندگی کا اٹوٹ حصہ بنا چکے ہیں، پھر بھی عشق ومحبت کا دم بھرتے ہیں، خود کو عاشق رسولؐ اور محسن انسانیت کی محبت میں گرویدہ سمجھتے ہیں، اتباع رسولؐ کے بغیر عشق نبی کا دم بھرنا عشق وعبدیت کی نزاکتوں کی توہین نہیں تو اور کیا ہے یاد رکھئے قومیں اور تہذیبیں اپنے تشخص اور امتیازی تعلیمات سے زندہ رہتی ہیں اور جب کوئی قوم اپنا

تشخص پامال کر کے کھو بیٹھتی ہے تو اسے ماضی کا حصہ بننے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ کون سا عشق رسول ہے کہ صنف نازک کو خودکشی پر مجبور کر کے سکون محسوس کیا جائے آج ہمارے پیارے ملک پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں یہ جہیز کی لعنت عام ہے اور روز کسی نہ کسی بنت حوا کے جلنے، گولی سے مارنے اور زہر لے کر ہلاکت کی خبریں آتی ہیں کیا یہی عشق رسول ہے کہ وہ نبی جس نے بیٹی کو اتنی اہمیت دی اور اس کے امتی آج ان کی بیٹیوں کو زندہ درگور کر رہے ہیں۔ خدارا غریب کی آہ نہ لیں جہیز کی رسم کو ختم کریں یہ اسلامی شعار نہیں ہے یہ محض ہندوانہ رسم ہے کہیں ہم اس من تشبہ بقوم فھو منھم کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی گویا وہ اسی میں سے ہے، میں نہ گردانے جائیں۔

طلب جہیز نے چھین لیں ان کی تمام شوخیاں
دیکھو اداس بیٹھی ہیں حوا کی بیٹیاں

''قرآنِ کریم نے اپنا دوسرا نام ''الفرقان'' بتایا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''الفاروق'' کے لقب سے معروف ہیں، دونوں کا معنٰی حق و باطل میں فرق کرنے والا بنتا ہے۔ قرآنِ کریم کے حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زندگی بھر کا طرزِ عمل اس لفظی مناسبت کی گواہی دیتا ہے۔'' [مولانا زاہد الراشدی]

سیف اللہ، پشاور

لوگوں کو توجہ دیجیے

آج کے دور میں ہمارے اندر محبتیں ختم ہوتی جارہی ہیں اور نفرتیں بڑھ گئی ہیں، جن کا بڑا سبب یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے گفتگو کررہا ہوتو ہم اس کی باتوں کو اچھی طرح نہیں سنتے اور نہ اس کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں، بلکہ اس کی گفتگو ہم صرف اس خیال سے سنتے ہیں کہ اس کی بات ختم ہوجائے اور پھر ہم باتیں شروع کردیں، اس طرح ہم دوسرے کی گفتگو اور شخصیت کی انتہائی زیادہ ناقدری کرتے ہیں اور موبائل کے استعمال کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص میرے لیے اس موبائل سے زیادہ ضروری نہیں، اس لیے توجہ بھی نہیں دیتا۔

چنانچہ دورانِ گفتگو موبائل وغیرہ کا استعمال ایک ناپسندیدہ عمل ہے اور آداب معاشرت کے خلاف ہے نیز یہ تکبر کی بھی علامت ہے، چونکہ ہر آدمی کی اپنی ایک قدر، عزت اور منزلت ہوتی ہے اس لیے بسا اوقات ہمارے اس عمل سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مجھے حقیر خیال کرتا ہے۔

تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو شخص دوسروں کی باتوں کو توجہ دیتا ہے تو لوگ اس کی عزت بھی کرتے ہیں اور اچھی نظر سے دیکھتے ہیں، راقم خود ایک بندہ کے بارے میں ہر کسی سے اس کی اچھائی اور تعریفیں ہی سنتا آیا ہے، جب غور کیا تو پتہ چلا کہ اس میں یہی عادت ہے کہ جب کوئی اس کے ساتھ بات کرتا تو بات ختم ہونے تک اس کی طرف پورا دھیان رکھتا ہے ساری گفتگو ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتا ہے۔

اور نبی کریمؐ کا بھی یہی مبارک طریقہ تھا۔ کہ آپؐ کے ساتھ کوئی بھی شخص گفتگو کرتا تو آپ صرف یہ نہیں کہ اس کی طرف دیکھتے بلکہ اپنا پورا جسم مبارک بھی اسی کی طرف موڑ لیتے اور پوری توجہ سے اس کی بات سنتے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ ہر کسی کی باتوں کو غور سے سنیں، کسی کی گفتگو کے دوران بے توجہی، بے رخی کا اظہار نہ کریں، بالخصوص موبائل کا استعمال ہرگز ہرگز نہ کریں اور ضروری کال یا میسیج ہو تو مخاطب سے اجازت لے کر اس میں مصروف ہوں۔

اسی طرح اگر وہ آپ کے ساتھ کوئی بات کرے تو اس کو اچھے الفاظ سے جواب دیں، اس سے اس کو صاف پتہ چلے گا کہ اس نے میری بات سنی ہے، اس سے اس کو دلی خوشی ملے گی، عزت ملے گی۔

اور جتنی توجہ آپ کسی کو دیں گے اتنا ہی ان کے دل میں آپ کی محبت بڑھے گی۔ آج بھی اگر ہم اس صفت کو اپنا ئیں تو ہماری نفرتیں محبتوں میں بدل سکتی ہیں اور خوشی ہمارا مقدر بن سکتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

کچھ سیاسی باتیں

[مولانا محمد فیاض خان سواتی]

موجودہ حکومت تو ابتداء ہی سے مہنگائی کی گاڑی کو سرپٹ دوڑا رہی ہے اور امید یہی ہے کہ آئندہ الیکشن سے پہلے اسے بریک نہیں لگے گی، کیونکہ عوام کا ہاضمہ کافی مضبوط ہو چکا ہے، اسی لئے وہ ہر بار ٹھنڈے پیٹوں ہضم کرتے چلے جا رہے ہیں، لیکن جونہی الیکشن کا زمانہ قریب آئے گا تو خیر خواہ حکومت قوم پر مزید قرضوں کا بوجھ لاد کر اس گاڑی کو معمولی سا ریورس گیئر لگانے کی کوشش ضرور کرے گی، تاکہ کچھ ریلیف دے کر خوش فہمی میں مبتلا لوگوں سے پھر ایک بار ووٹ بٹور ے جائیں، سلیکشن کے ماحول میں گو اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی لیکن کچھ دیسی اقدار کی پاس داری بھی تو زندہ قوموں کا شعار ہوا کرتی ہے۔

دوسری طرف لگ ایسا رہا ہے کہ الیکشن آنے تک پی ڈی ایم بھی اپنا باقی ماندہ وجود بھی برقرار نہیں رکھ سکے گی اور غالباً موجودہ صورتِ حال میں اس کی اب ضرورت بھی نہیں رہی، کیونکہ تجربہ یہ بتا رہا ہے کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے، اس لئے مذہبی لوگوں کو اب دھوکہ باز سیاسی جماعتوں سے جلد چھٹکارا حاصل کر لینے میں ہی عافیت ہے۔

......☆......☆......☆......☆......